UNIVERSAL
LIBRARY
OU_226340
UNIVERSAL
LIBRARY

تمام حقوق محفوظ ہیں
کتبخانہ جامعہ عثمانیہ

وَمَن يَبْتَغِ غَيْرَ الْإِسْلَامِ دِينًا فَلَن يُقْبَلَ مِنْهُ وَهُوَ فِي الْآخِرَةِ مِنَ الْخَاسِرِينَ ۝ (سورہ آل عمران ۹)

نتیجہ
تحقیقات راہِ حق
یعنی

تحقیق الاسلام

از توریت و انجیل

مصنفہ

جناب مولینا مولوی غلامِ نبی صاحب امرتسری

حسب فرمایش

جناب شیخ مولوی محمد حسن صاحب اول مدرس ایم۔ بی ہائی سکول امرتسر
و جناب شیخ مولوی عبد العزیز صاحب سوداگر بوٹ و پارچات وغیرہ

۱۸۹۲ء

مطبوعہ چشمۂ نور پریس امرتسر
بقلم کیرتن (باہتمام لالہ نرسنگداس مالک مطبع) مہتمم غلام نبی عفی عنہ

بار دوم
تعداد جلد (۷۵۰)
قیمت فی جلد بلا محصول ۴ر

جس کتاب پر مصنف کے قلمی دستخط نہ ہونگے وہ مسروقہ متصور ہوگی۔

تحقیق الاسلام

یعنی

توریت اور انجیل میں اسلام کا ذکر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین الرحمٰن الرحیم والصلوٰۃ والسلام علی رسولہ محمد و آلہ و صحبہ اجمعین

یارب جبروتی تجھے زیبندہ ہے ہر سر تیرے سجدہ میں سر افگندہ ہے
وحدت میں یہہ مختصر ہے مصرع موزوں جو تیرے سوا ہے وہ ترا بندہ ہے

ہدیہ حمد سزاوار شان اُس واحد مطلق کی ہے جس نے انسان سے ناچیز کو خلعت فہم و ادراک کا پہنا کر اُسکے دل کو انوار وحدت سے معمور کر کے باوانہٗ وحدہٗ لاشریک لہٗ رطب اللسان کیا۔ تحفہ درود و سلام اُس نبی عربی پر جسکے انوارِ ہدایت نے ہمکو تاریکیٔ کفر و ضلالت سے نکال کر اور سچی سیدھی راہ حق کے قائم کر کے صلائے اشہد ان محمد عبدہٗ و رسولہ سے عذب البیان کیا۔

محمد عربی کہ آبروے ہر دو سرا است کسے کہ خاک درش نیست خاک بر سر او

امّا بعد ذرّہ بیمقدار خاکسار بندۂ بارگاہ لم یزلی کمترین نیاز آگین غلام نبی متوطن امرتسر جملہ اصحاب تحقیق اور مقلدانِ عہد جدید و عہد عتیق کی خدمت میں عرض پرداز ہے کہ ہمارے مسلمان بھائیوں اور عیسائی صاحبوں میں باہم ایک مدت سے تحقیق مذہبی میں رد و قدح ہوتی چلی آتی ہے۔ اور اگرچہ اس بارہ میں بہت سے علمائ

اہل اسلام نے بمقابلہ عیسائی صاحبوں کے اپنے دعوے کے ثابت کرنے میں بہت معقول دلائل پیش کئے ہیں اور یہاں تک تحقیق کے گل کھلائے ہیں جنکی تسکین بخش خوشبو نے بہت سے شایقین اہل تحقیق کے دلوں کو بالکل تسلی پذیر کر دیا ہے مگر تاہم جب تک علی العموم عیسائی اپنی تسکین خاطر ظاہر نہ کریں تب تک ہمارے مسلمان بھائیوں کو قلم ہاتھ سے نہ رکھنا چاہیئے اسلئے میں بھی اس بارہ میں محض بنظر تحقیق کچھ لکھتا ہوں۔ عیسائی حضرات کی خدمت میں التماس ہے کہ وہ میری بے ربط کلام اور سقم عبارت پر کچھ نکتہ چینی نہ فرماویں کیونکہ محققانہ تحریر سے عبارت آرائی اور لفاظی کو کچھ علاقہ نہیں۔ اس سبب سے راقم نے خود دانستہ اس طرف توجہ نہیں کی سیدھی سادی بول چال کا اسواسطے زیادہ تر خیال رکھا گیا ہے کہ عام فہم ہو اور مطلب ہاتھ سے نجائے۔ ہاں اگر انکو راقم کی تحقیقات میں غلطی معلوم ہو تو میں نہایت مشکور ہونگا۔ کہ وہ اس رسالہ کے جواب دینے کی تکلیف گوارا فرماویں۔ دنیاوی کاروبار تو رات دن ہر وقت انسان کے دامنگیر رہتے ہی ہیں مگر انسان کو چاہیئے کہ وہ اپنی عاقبت کا لحاظ کرکے وقت کو غنیمت سمجھے اور جہانتک ہو سکے بے تعصب اور بے ریا ہو کر اپنے انفاس زندگی کو تحقیق راہ حق میں صرف کرے کیونکہ دنیا ہیچ ست و کارش ہمہ ہیچ۔ آخر سب کو مرنا ہے اسوقت جو کچھ ہو سکے غنیمت ہے

رباعی۔ آغوش لحد میں جبکہ سونا ہوگا + جز خاک کے تکیہ نہ بچھونا ہوگا + تنہائی میں آہ کون ہووے گا انیس + ہم ہووینگے اور قبر کا کونا ہوگا + اسلئے ہمکو تمکو سب کو چاہیئے کہ پہلے راہ حق کی تحقیق کریں۔ اگر ہماری غلطی ہے تو بھائی تم ہمکو سمجھا دو ہم مان لینگے اور اگر تمہاری غلطی ہے تو ہم تمہیں سمجھائے دیتے ہیں۔ تم مان لو۔ دنیا بھر میں کوئی اختلاف اور کوئی امر متنازع فیہ ایسا نہیں ہے جو طرفین تصفیہ چاہیں اور نہو۔ جب دونوں کے دل تعصب سے پاک و صاف اور تحقیق حق سے مملو اور سچائی سے پُر ہوں تو پھر تعصب اور ہٹ دھرمی کی کیا مجال ہے جو ایسے بندگان خدا اہل تحقیق کے پاس پھٹک جائے۔ اور یہ امر صاف ظاہر ہے کہ جب تعصب اور ہٹ دھرمی نہ ہو تو پھر امر متنازعہ فیہ کا غیر منفصلہ رہنا غیر ممکن ہے

پس اِس لحاظ سے مَیں نے جو کچھ اِس بارہ میں لکھا ہے اُسمیں الزامی تحریر اور متعصبانہ تقریر سے بُہت پرہیز کیا ہے اور سخن پروری اور ہٹ دھرمی اور تاویلات بعیدہ اور قیاسات غیر مقبولہ سے بالکل کام نہیں لیا ہے۔ بلکہ اس میں جو کچھ لکھا ہے وہ محض محققانہ طور پر نیک نیتی کے ساتھ **توریت** اور **انجیل** کی آیات اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حواریوں کے اقوال اخذ کرکے اُنکے بدیہی معنوں اور نتیجوں سے اپنے دعوی کا ثبوت دیا ہے۔ نہ توہین ہے نہ سخت کلامی۔ نہ لفاظی ہے اور نہ تعلی۔ پس ناظرین کو چاہیئے کہ جب وہ اس رسالہ کو اپنے ہاتھ میں لیں تو پہلے خدا سے دعا مانگیں۔ اور بہ حضور قلب اور خلوص دل سے پڑھیں۔ اور دل سے مشورہ لیں کہ جو کچھ راقم نے اس رسالہ میں لکھا ہے وہ ٹھیک ہے یا نہیں۔ اگر وہ اسکو حق بجانب سمجھیں تو آمنا و صدقنا کی آواز بلند کریں تاکہ اَور بھی ابنائے جنس کو اُس سے فایدہ ہو۔ اور اگر غلط سمجھیں تو وہ بیشک اسکا جواب لکھیں۔ مگر شرط یہہ ہے کہ جو التزام راقم نے اس رسالہ میں مرعی رکھا ہے ویسا ہی مجیب بھی ملحوظ خاطر رکھے۔ ایسا نہو کہ بے فایدہ طرفین کی سمع خراشی ہو۔ اور جھگڑا جوں کا توں برقرار رہے۔ اس سبب سے میں خصوصاً منشی **صفدر علی** صاحب مصنّف نیاز نامہ سے اسکے جواب کا خواستگار ہوں۔ کیونکہ عیسائی تحریرات میں اُنکی تحریر شایستہ ہے۔

اب میں اِس بیان کو ختم کرکے **خداوند** تعالیٰ سے دعا اور برکت مانگ کر اپنے اصل مطلب کی طرف رجوع ہوتا ہوں اور اُس تحقیق اور معلومات کو بے طرفدار ہو کر محققانہ طور پر ناظرین کے نتیجہ سمیں پیشکش کرتا ہوں۔ خداوند میری اس دل سوزی کا اثر اُن پر ظاہر کرے۔ آمین

چونکہ اس رسالہ کا سلسلہ حضرت ابراہیم سے شروع ہوتا ہے اِس وجہ سے مناسب معلوم ہوا کہ بیان سے پہلے اُنکا مختصر شجرہ نسل یہاں لکھدیا جائے تاکہ ناظرین کو مطلب کے سمجھنے میں آسانی ہو۔ ناظرین شجرہ نسل کو اول خوب غور سے ملاحظہ فرماکر پھر آگے تمام رسالہ کو ملاحظہ کریں کیونکہ تمام مطلب کی بنیاد اسی **شجرہ نسل** میں ہے۔

حضرت ابراہیم

بنی اسمعیل

خدا کے فرشتہ نے اُسے کہا کہ میں تیری اولاد کو بہت بڑہاؤں گا کہ وہ کثرت سے گنتی نہ جائے پیدایش ۱۶ باب ۱۰ آیت

(۲) اسمعیل میں نے تیری سُنی دیکھ میں اُسے برومند کرونگا اور برکت دونگا اور اُسے بہت بڑہاؤنگا اور اُس سے ۱۲ سردار پیدا ہونگے اور میں اُسے ایک بڑی قوم بناؤنگا پیدایش ۱۷ باب ۲۰ آیت

(۳) تب خدا نے اُس لڑکے کی آواز سُنی اور خدا کے فرشتہ نے آسمان سے ہاجرہ کو پکارا اور اُسے کہا ہاجرہ تجھکو کیا ہوا مت ڈر کہ اس لڑکے کی آواز جہاں وہ پڑا ہے خدا نے سُنی اُٹھ اور اس لڑکے کو اُٹھا اور اسے اپنے ہاتھ سے سنبھال کہ میں اسکو ایک بڑی قوم بناؤنگا۔ پ ۲۱ ب ۱۷ تا ۲۰

بی بی حاجرہ ← **اسمعیل** ← **بنی اسمعیل**

بنیت	قیدار	ادبئیل	مبسام
سمعا	دوما	منشا	حدر
تیمہ	اطور	نفیس	قدمہ

یہہ بارہ اپنی اُمتوں کے رئیس تھے پیدایش ۲۵ باب ۱۶ آیت

بی بی قطورہ

بنی قطورہ۔ خدا نے انسے برکت اور برومندی کا وعدہ نہیں کیا تھا کچھ کتاب پیدایش ۲۵-۱-آیت

اس سبب سے انکا سلسلہ لکھنا خارج از بحث ہے۔

یہہ خدا کی مغضوب قوم ہے دیکھو عیسیٰ کی کتاب کا پہلا باب

شریعت حضرت محمد صاحب

شریعت حضرت موسیٰ صاحب

بنی اسرائیل

خدا نے ابراہیم سے کہا کہ تیری جورو سری جو ہے اسکو سری مت کہا کر بلکہ اُسکا نام سارہ ہے میں اُسے برکت دونگا۔ اور اس سے بہی تجھے ایک بیٹا بخشونگا پیدایش کا ۱۷ باب ۱۵-۱۶

اور تجھے برکت بخشوں گا کیونکہ میں تجھ اور تیری نسل کو یہہ سب ملک دوں گا اور میں اس قسم کو جو میں نے تیرے باپ ابراہیم سے کی ہے وفا کروں گا اور میں تیری اولاد کو آسمان کے ستاروں کی مانند وافر کروں گا اور یہہ سب ملک تیری نسل کو دوں گا اور زمین کی سب قومیں تیری نسل سے برکت پاوینگی۔ پ ۲۶-۳-۵

بی بی سارہ ← **اسحاق** ← **بنی اسرائیل**

اسحاق ← ادوم ← بنی ادوم

اربن	سمعون	لاوی	یہودا
اسکار	زبلون	دان	یوسف
بنیمن	نفتالی	جد	آشر

یہہ سب اسرائیل کے ۱۲ فرقے ہیں پیدایش ۴۹ باب ۲۸ آیت

تنبیہ۔ حضرت اسمعیل حضرت ابراہیم کے پہلے بیٹے ہیں اور حضرت اسحاق چھوٹے بیٹے ہیں۔ پہلے برکت خدا نے حضرت ابراہیم کو دی اور پہر حضرت اسحاق کو مگر جب حضرت اسحاق کی اولاد یعنی بنی اسرائیل حضرت موسیٰ کے زمانہ میں بت پرستی میں مشغول ہوئی تو خدا اُنپر خفا ہوا اور غضبناک ہو کر اُس نے حضرت موسیٰ کے زبانی فرمایا اُنھوں نے اسکے سبب سے جو خدا نہیں مجھے غیرت دلائی اور اپنی واہیات باتوں سے مجھے غصہ دلایا۔ سو میں بہی اُنہیں جو گروہ نہیں غیرت میں ڈالوں گا اور ایک بے عقل قوم سے خفا کروں گا۔ الخ کتاب استثنا ۳۲ باب ۲۱ آیت۔ اور حضرت عیسیٰ نے بہی اس موقعہ کو جبکہ بنی اسرائیل اُنکی مخالفت کرتے تھے تمثیلاً یوں ادا کیا۔ اسلئے میں تمہیں کہتا ہوں کہ خدا کی بادشاہت تم سے لیجاویگی اور ایک قوم کو جو اُسکے میوہ لاوے دیجاویگی۔ متی باب ۲۱ آیت ۴۳ مگر بنی اسمعیل کے حق میں خدا نے کہیں ایسا نہیں فرمایا بلکہ مذکورہ موعود قوم کی مخاطب بہی قوم ہے

واضح ہو کہ کتاب پیدائش کے مندرجہ حاشیہ باب اور آیات میں مذکور ہے کہ خداوند
(۱۲ — ۱۳، ۱۸ — ۱۸، ۲۲ — ۱۸) تعالےٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے وعدہ فرمایا تھا کہ میں تجھکو ایک بڑی
قوم بناؤنگا اور تجھ سے اور تیری نسل سے دنیا کی تمام قومیں برکت پاوینگی۔

یاد رکھنا چاہیئے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی تین بیبیاں تھیں۔ جو کہ شجرہ میں بموجب
(۱۶ — ۱۴، ۱۷ — ۱۵، ۲۵ — ۱) باب اور آیات کتاب پیدائش مندرجہ حاشیہ درج ہیں۔ ان تینوں بیبیوں سے
چار قومیں پیدا ہوئیں۔

اول۔ بی بی ہاجرہ سے ایک قوم جو کہ بنی اسمٰعیل کے نام سے موسوم ہے۔

دوم۔ بی بی سائرہ سے دو قومیں جو کہ بنی اسرائیل اور بنی ادوم کے نام سے مشہور ہیں

سوم۔ بی بی قطورہ سے ایک قوم جو المعروف بہ بنی قطورہ ہے۔

اب ان چار قوموں میں سے دیکھنا چاہیئے کہ بابرکت اور برومند اور موعود کون کون
سی قوم ہے اور بے برکت اور غیر موعود اور بے برومند کون کون سی قوم۔

اول ہم بنی قطورہ کو دیکھتے ہیں کہ آیا ان سے وعدہ توریت مقدس میں برکت اور
برومندی کا ہے یا نہیں۔

انکے بارے میں توریت مقدس کی کتاب پیدائش کے ۲۵ باب کی پہلی آیت سے
صرف اتنا ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے جیتے جی کچھ روپیہ دیکر
اپنے بیٹے اسحاق کے پاس پورب رُخ کی زمین میں بھیجدیا۔ سوا اسکے اس قوم کا حال
توریت مقدس میں برکت کا ہو یا برومندی کا ہو کہیں نہیں ملتا۔ بلکہ اس قوم کا کسی اور
مقام پر نام بھی نہیں آیا۔

دوم۔ بنی ادوم انکا حال دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ان سے بھی مثل بنی قطورہ کے
وعدہ برکت اور برومندی کا نہیں ہوا۔ بخلاف اسکے انکے حق میں عبا۔ یہ نبی کی کتاب میں
لکھا ہے کہ ابد تک نیست و نابود رہوگے

سوم ۔ بنی اسرائیل ۔ اِنکے حق میں توریت مقدس کے دیکھنے سے صاف معلوم ہوتا ہے
کہ بیشک یہہ قوم موعود اور باہرکت اور برومند ہے جیسا کہ باب اور آیات مندرجہ حاشیہ

پیدائش ۲۶ باب ۲ ۔ آیت سے ۴ ۔ آیت تک اور ۲۸ ۔ باب کی ۱۳ ۔ آیت سے ۱۵ تک

سے صاف ظاہر ہے ۔ حق تو یہہ ہے کہ انکی برکت اور برومندی کا تذکرہ
کتب مقدسہ میں بہت صاف طور پر مذکور ہے اور انکی برکت اور
برومندی کا ظہور حضرت موسیٰ علیہ السلام صاحب شریعت سے شروع ہوتا ہے ۔ کیونکہ پیشتر
موسیٰ علیہ السلام کے کوئی نبی ایسا نہیں آیا کہ ایک مستقل شریعت جسمیں دینی اور دنیوی
دونو احکام ہوں لایا ہو اور بنی اسرائیل کو بُت پرستی اور فرعون کی عبودیت سے نکالا ہو
موسیٰ علیہ السلام نے اِس گروہ بنی اسرائیل کو فرعون کی عبودیت اور بُت پرستی سے نکالکر
ایک مستقل شریعت جسمیں دینی اور دُنیوی دونو احکام تھے لاکر ایک کامل دیندار اور
موحّد قوم بنادیا ۔ اور بڑے جلال اور معجزات اور نعمائے آسمانی انکے واسطے خداوند تعالےٰ
سے دعا مانگ کر دکھلائے اور کہلائے جیسا کہ کتب عہد عتیق و عہد جدید اور فرقان مجید
میں مذکور ہے اور تمام نبی اسی قوم بنی اسرائیل سے پیدا ہوئے اور حضرت عیسیٰ
علیہ السلام بھی اسی قوم سے تشریف لائے اور اس قوم پر غضب اور عذاب اور اسیری
بھی ایسی آئی کہ تمام کُتب مقدسہ اُنکے واقعات سے بھری ہوئی ہیں ۔

چہارم بنی اسمٰعیل ۔ انکی برکت کے بارے میں بھی کُتب مقدسہ میں دیکھنا چاہئے
چنانچہ غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ انکے حق میں بھی برکت اور برومندی کا وعدہ ہے

۱۶ باب کی ۱۰ آیت سے ۱۴ تک
۱۷ باب کی ۴ سے ۱ تک
۲۱ باب کی ۲۲ سے ۲۳ تک

جیسا کہ کتاب مقدس کے باب اور آیات مندرجہ حاشیہ میں مذکور
ہے ۔ اس قوم بنی اسمٰعیل کی برکت کا ظہور حضرت محمد رسول اللہ
صلعم سے شروع ہوتا ہے کیونکہ ان سے پیشتر حضرت اسمٰعیل کی نسل میں کوئی نبی نہیں آیا تھا
اور اِسلئے بہ نسبت رہنے عرصہ دراز تک بغیر نبی اور بغیر کتاب کے اس قوم کو فرقان مجید
میں قوم اُمّی کہا گیا ہے ۔ جیسا کہ اس آیت سے ظاہر ہے ۔ ھوالذی بعث فی الاُمیین

رسولاً منہم یتلوا علیکم ایتہ ویزکیھم ویعلمہم الکتب والحکمۃ وان کانوا من قبل لفی ضلل مبین ترجمہ وہ اللہ تعالے جس نے اُٹھایا اَن پڑھوں میں سے ایک رسول اُسی قوم کا پڑھتا ہے اُنپر آیتیں خدا کی اور سکھلاتا ہے انکو کتاب اور حکمت اور سوائے اسکے نہیں البتہ پیشتر یہہ قوم بیچ گمراہی کے تھی۔

اور اسی قوم بنی اسمعیل کے حق میں خداوند تعالے نے حضرت موسیٰ کی زبانی توریت مقدس میں یہہ ارشاد فرمایا ہے جیسا کہ کتاب **استثنا** کے ۳۲ باب کی ۲۱ آیت سے ظاہر ہے یعنے جبکہ بنی اسرائیل نے خدا کے حکم کی نافرمانی کی شلاً بچھڑا پوجا اور بُت پرستی کی تو اُسوقت اس قوم بنی اسرائیل کو خدا نے غضبناک ہوکر فرمایا۔ کہ میں تم سے اپنا منھ چھپاؤں گا۔ اور تمہیں ایک بے عقل قوم سے خفا کروں گا۔

اگر نظر انصاف اور غور سے دیکھا جائے تو صاف معلوم ہوتا ہے کہ بے عقل کی مخاطب ٹھیک بنی اسمعیل کی قوم ہے چنانچہ اس امر کے دلائل صادقہ یہہ ہیں۔

اوّل۔ یہہ کہ انکے حق میں توریت مقدس میں وعدہ برکت اور برومندی کا ہے جیسا کہ ہم اوپر لکھ چکے ہیں۔

دوم۔ یہہ قوم ایک عرصہ دراز تک بغیر کتاب بغیر نبی کے رہی اور یہہ قوم خدا کی مردود قوم تھی۔ اسواسطے اس قوم کو بے عقل قوم کہا گیا اور **قرآن شریف** اور توریت مقدس کا ٹھیک مطلب ایک دوسرے کے مطابق ہوگیا۔ عیسائی صاحبان اس آیت کو یونانیوں اور غیر قوموں پر جنہوں نے عیسائی مذہب قبول کیا ہے جماتے ہیں مگر یہہ آیت ان مذکورہ قوموں کے حق میں ہرگز ہو نہیں سکتی۔ اسبارہ میں ہم دو دلیلیں قایم کرتے ہیں

اوّل۔ یہہ کہ ان قوموں کے ساتھ وعدہ برکت اور برومندی کا نہیں ہے۔

دوم۔ یہہ کہ ان قوموں کو کسی دانا اور عقلمند نے آجتک بے عقل قوم نہیں کہا بلکہ اس قوم یونانی کو انجیل مقدس میں ایک دانا اور باحکمت قوم کہا گیا ہے جیسا کہ قرنتیون

کی پہلی کتاب کے پہلے باب کی ۲۲-آیت سے ظاہر ہے چنانچہ یہودی کوئی نشان چاہتے ہیں اور یونانی حکمت کی تلاش میں ہیں اور اس قوم بنی اسمعیل کے بُت پرستی اور کفر کی تاریکی سے نکالنے والے اور برکت دلانے والے کی بابت حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس طرح کی خبر دی ہے جیساکہ کتاب استثنا کے ۱۸ باب ۱۵-آیت سے اخیر باب تک ظاہر ہے۔

یہاں ہمیں اُس تمام عبارت کو جوکہ متعلق اس پیشین گوئی کے ہے نقل کرنے کی کچھ ضرورت نہیں۔ ناظرین نشان مذکور کے پتہ سے ملاحظہ فرما سکتے ہیں۔ ہاں وہ آیات جنکے ساتھ ہماری بحث ہے یہاں نقل کر کے اُس پر بحث کرتے ہیں۔ وہ یہہ ہیں کہ باب مذکورہ ۱۸-آیت میں ہے۔ میں اُنکے لئے اُنکے بھائیوں میں سے تجھسا ایک نبی برپا کروں گا۔ یہہ تو خداوند کا کلام ہے اور اِس کلام کو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل کے سامنے اس طرح سے بیان کیا جیساکہ باب مذکورہ کی ۱۵-آیت میں ہے۔ خداوند تیرا خدا تیرے لئے تیرے درمیان سے تیرے بھائیوں میں سے میری مانند ایک نبی برپا کرے گا تم اسکی طرف کان دھریو۔ حضرت موسیٰ اور خداوند تعالےٰ کے کلام میں دو اختلاف پائے جاتے ہیں خداوند تعالےٰ کے کلام میں ضمیر جمع غائب ہے۔ اور موسیٰ علیہ السلام کی کلام میں ضمیر واحد مخاطب ہے۔ خداوند تعالےٰ کے کلام میں تیرے درمیان کا جملہ نہیں ہے موسیٰ علیہ السلام کے کلام میں تیرے درمیان کا جملہ ہے۔ یہاں ہمکو مفرد اور جمع میں کلام نہیں۔ کیونکہ بہت جگہ توریت مقدس میں لفظ مفرد بھی جمع پر حاوی ہوا ہے جیساکہ اے اسرائیل اور اے بنی اسرائیل۔ لیکن ہمکو اس جملہ تیرے درمیان پر کلام ہے کہ صحیح ہے یا نہیں۔ جب اس جملہ کی تحقیق پر غور کیا جاتا ہے تو دریافت ہوتا ہے کہ یہہ جملہ تیرے درمیان کا صحیح نہیں ہے۔ اِسکے غلط ہونے کے بارے میں تین دلائل ذیل میں لکھی جاتی ہیں۔

(۱) پطرس حواری نے اس موسیٰ والے فقرہ کو اپنی تصنیف میں نقل کیا ہے اُسمیں بھی یہہ جملہ تیرے درمیان کا نہیں ہے جیسا کہ کتاب اعمال کے ۳ باب ۲۲ - آیت میں ہے کیونکہ موسیٰ نے باپ دادوں سے کہا کہ خداوند جو تمہارا خدا ہے تمہارے لئے تمہارے بھائیوں میں سے مجھسا ایک نبی اُٹھاویگا تم اُسکی سُنیو

(۲)- استفنس حواری نے بھی اس موسیٰ والے فقرہ کو اپنی تصنیف میں نقل کیا ہے اُس میں بھی یہہ جملہ تیرے درمیان کا نہیں ہے - جیسا کہ کتاب اعمال کے باب کی ۳۷- آیت میں ہے - یہہ وہی موسیٰ ہے جس نے بنی اسرائیل سے کہا کہ خداوند جو تمہارا خدا ہے تمہارے لئے تمہارے بھائیوں میں سے میری مانند ایک نبی اُٹھاویگا تم اُسکی سُنیو -

(۳) توریت مقدس کا سب سے پُرانا ترجمہ یونانی جو سپٹوارجنٹ مع میں کہلاتا ہے اُسمیں بھی اس پندرھویں آیت کے ترجمہ میں یہہ جملہ تیرے درمیان کا نہیں ہے - اب خیال کرنا چاہئے کہ یونانی ترجمہ جسمیں وہ جملہ تیرے درمیان کا نہیں ہے ایک پُرانا اور معتبر ترجمہ ہے - جو مسیح سے تخمیناً تین سو برس پیشتر لکھا گیا - اس سے صاف ثابت ہے کہ مسیح سے تقریباً تین سو برس پیشتر تک یہہ فقرہ توریت میں داخل نہیں ہوا تھا - اس ترجمہ کی مختصر کیفیت امتیاز اور صحت کی یہہ ہے کہ دو سو چھیاسی برس قبل مسیح کے سکندریہ میں یہودی ربیوں کی صدر جماعت کے ستر آدمیوں کی شرکت اور اہتمام سے ترجمہ کیا گیا اور مدت تک یعنے بہت تھوڑا زمانہ ہوا تب تک اہل کتاب کی یہہ رائے تھی کہ یہہ ترجمہ الہام سے ہوا تھا - حواریوں نے اپنی تصنیفات میں اکثر اسی ترجمہ سے نقل اور اقتباس کیا ہے - بلکہ اصل عبری کی مخالفت کر کے اِسی کو ترجیح دی ہے خصوصاً پولوس مقدس نے اپنے جملہ رسائل میں اُسی سے نقل اور سند لی ہے اور تخمیناً ۹۰ مقام پر اسی کی عبارت نقل کی ہے -

اب اِن تینوں دلائل سے ثابت ہو گیا۔ کہ یہہ جملہ تیرے درمیان کا صحیح نہیں ہے
اور نہ حواریوں کے وقت میں یہہ جملہ تیرے درمیان کا توریت مقدس میں داخل ہونے
پایا تھا۔ اگر داخل ہونے پاتا تو حواری ضرور بالضرور اس جملہ تیرے درمیان کو اپنے بیان
میں نقل کرتے حالانکہ نہیں کیا شاید کاتب کی غلطی سے یہہ جملہ درج ہو گیا ہو۔ اور نیز حواریوں
کی کلام سے ثابت ہوتا ہے کہ مخاطبوں کے حق میں صیغہ جمع کا ہے۔ جیسا کہ خدا کے کلام
میں صیغہ جمع غائب ہے۔ جب یہہ ثابت ہو چکا۔ کہ یہہ جملہ تیرے درمیان کا صحیح نہیں
ہے تو بہر صورت باب مذکورہ کی ۱۸ آیت صحیح قرار پائی اور یہہ پیشین گوئی بھی ٹھیک
حضرت **محمد رسول اللہ** صلعم پر صادق آئی۔ اور اس مطلب کے مطابق قرآن شریف
سے بھی گواہی ملتی ہے اور وہ یہہ ہے۔ قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی اِنَّآ اَرْسَلْنَآ اِلَیْکُمْ رَسُوْلًا شَاھِدًا
عَلَیْکُمْ کَمَآ اَرْسَلْنَآ اِلٰی فِرْعَوْنَ رَسُوْلًا ط **ترجمہ** کہا اللہ تعالےٰ نے تحقیق ہمنے
بھیجا ہے اے لوگو ایک رسول گواہی دینے والا اوپر تمہارے جیسا بھیجا تھا ہمنے طرف
فرعون کے ایک رسول۔ اس ۱۸ آیت میں جو یہہ کہا گیا ہے کہ اُنکے لئے اُنکے بھائیوں
میں سے تو یہاں سے صاف نکلتا ہے کہ اُنکے بھائی دوسرے ہونے چاہئیں۔ اُن
تین قوموں میں سے جو اُنکے بھائی تھے۔ کیونکہ بروقت اس ارشاد فرمانے کے بنی اسرائیل
کے بارہ گروہ مخاطب اور موجود تھے۔ اگر بنی اسرائیل کے بیچ میں سے اِس پیشین کا ظہور
کرانا منظور ہوتا تو یہہ آیت اس طرح سے ہوتی۔ کہ میں اُنکے لئے اُن میں سے تیری مانند
ایک نبی برپا کرونگا۔ حالانکہ اس طرح سے نہیں فرمایا بلکہ اس طرح سے کہ میں اُنکے لئے اُنکے
بھائیوں میں سے تیری مانند ایک نبی برپا کرونگا۔ اور توریت مقدس میں یہہ پیشین گوئی
فیصلہ پا چکی ہے کہ بنی اسرائیل کے حق میں ہو نہیں سکتی۔ جیسا کہ حضرت موسیٰ کی
پانچویں کتاب **استثنا** کے ۳۴ باب کی ۱۰ آیت میں ہے کہ اب تک بنی اسرائیل
میں موسیٰ کی مانند کوئی نبی نہیں اٹھا جس سے خداوند آمنے سامنے آشنائی کرتا اور

عبرانی توریت اِس آیت مین یوآخیر لفظ ہے اُسکی معنے یہہ بہی ہوسکتے ہین کہ ہوگا
یہہ آیت ہرچند موسیٰ کی کتاب کے آخر باب میں ہے مگر عزرا نبی کا کلام ہے۔ جو
بنی اسرائیل میں سب نبیوں کے مبعوث ہونے کے بعد اور عنقریب سلسلہ نبوت
ختم ہوجانے پر مسیح کے چارسو پچاس برس قبل لکہا گیا۔ ہرچند یہود کے نزدیک
ملاکی نبی پر بنی اسرائیل کی نبوّت ختم ہوتی ہے مگر عزرا اور ملاکی قریب العہد تہے۔
حتی کہ بعض نے ان دونو کو ایک ہی نبی قرار دیا ہے۔

اور توریت مقدس میں لفظ **برادر** جہاں بنی اسرائیل کے حق میں بولا گیا ہی
تو وہاں ساتھ اُسکے بنی اسرائیل کی بہی قید آئی ہے۔ جیسا کہ کتاب **استثناء** کے
۳ باب کی ۱۸ آیت سے ظاہر ہے۔ تم اپنے بہائیوں بنی اسرائیل کے آگے ہتھیار بند
ہوگئے۔ اور کتاب **سلاطین** کے ۱۲ باب کی ۲۴ آیت سے ظاہر ہے۔ اپنے بہائی
بنی اسرائیل سے لڑائی نہ کرو۔ اب ان آیات مذکورہ میں خداوند تعالے دو گروہ بنی
اسرائیل کو اپنے بہائی دس گروہوں کے ساتھ جو اُن سے ناموافق تہے سلوک کرنے
کی سفارش کرتا ہے اور خدا کے کلام میں یہہ جملہ اُنکے لیئے اُنکے بہائیونمیں سے
تو یہہ جملہ تین قوموں پر جو بنی اسرائیل کے بہائی ہیں احتمال ڈالتا ہے۔

اب ہم وہ آیات نقل کرتے ہیں جنمیں ان چار قوموں کو ایک دوسرے کا بہائی
کہا گیا ہے۔ کتاب **پیدایش** کے ۱۶ باب کی ۱۲ آیت میں ہے کہ اسمعیل اپنے بہائیوں
کے سامنے بودوباش کریگا۔ اور ایسا ہی کتاب مذکورہ کے ۲۵ باب کی ۱۸ آیت میں ہر
کہ اُنکا قطع زمین یعنے اسمعیل کے بیٹوں کا اپنے سب بہائیوں کے سامنے پڑا تہا اور
بنی اسرائیل کو بنی ادوم سے نفرت تہی۔ اِسلئے بنی ادوم کے حق میں خداوند تعالے نے
سفارش کی جیسا کہ کتاب **استثنا** کے ۲۳ باب کی ۷ آیت میں ہے۔ تو کسی ادومی
سے نفرت نہ رکہیو کیونکہ وہ تیرا بہائی ہے۔ اور کتاب مذکورہ کے ۲ باب کی ۸ آیت

میں بنی ادوم کو بنی اسرائیل کا بھائی کہا گیا ہے۔ اور کتاب گنتی کے ۲۰ باب کی ۱۴ آیت اور کتاب عبدیہ نبی کے پہلے باب کی ۱۲ آیت میں بھی بنی ادوم کو بنی اسرائیل کا بھائی کہا گیا اور کتاب استثنا کے ۱۵ باب کی ۷ آیت اور نیز کتاب مذکورہ کے ۱۷ باب کی ۱۵ آیت میں بھی ان تین قوم یعنی بنی ادوم اور بنی اسمٰعیل اور بنی قطورہ کو بھائیوں میں شامل کیا گیا ہے۔ کیونکہ ان آیات میں ان قوموں کے حق میں بنی اسرائیل کو سلوک کرنے کی سفارش کی گئی ہے۔ اب پادری فنڈر صاحب کا یہہ ادعا کہ جو انہوں نے کتاب میزان الحق کے صفحہ ۱۸۱ مطبوعہ ۱۸۶۹ء میں ہے کہ تیرے بھائیوں میں سے توریت کی ایک عام مشہور اصطلاح ہے جس سے بنی اسرائیل کی قوم مراد ہے غلط پایا گیا۔

اب ہم دیکھتے ہیں کہ اُس بھائیوں والی پیشین گوئی کی مستحق کون قوم ہو سکتی ہے۔ آیا بنی قطورہ مراد ہیں۔ نہیں ہرگز نہیں۔ کیونکہ اُن سے توریت مقدس میں نہ برکت کا وعدہ ہے نہ کسی برومندی کا۔ اب رہی بنی ادوم سو یہہ قوم خدا کی مغضوب ہے چنانچہ عبدیہ نبی کی کتاب سے بخوبی ظاہر ہے اور توریت مقدس میں بھی ان سے کوئی وعدہ برکت یا برومندی کا نہیں کیا گیا۔ اب میں رجوع کرتا ہوں بنی اسمٰعیل کیطرف بیشک یہی قوم اس پیشین گوئی کی مستحق ہے۔ اور یہہ پیشین گوئی مخصوص اسی قوم کے واسطے تھی کیونکہ اس قوم سے وعدہ برکت اور برومندی کا ہے۔ جیساکہ حوالہ جات مذکورہ بالا سے ظاہر ہو چکا ہے۔ اب رہی تشبیہ موسیٰ ع سو محمد الرسول اللہ صلعم ٹھیک مثل موسیٰ تھے کیونکہ اصل منشار رسالت موسیٰ علیہ السلام یہہ تھا کہ ایک بُت پرست قوم کو کفر کی تاریکی اور عبد کی عبودیت سے نکال کر ایک مستقل شریعت لاکر جسمیں دینی اور دنیوی دونو احکام ہوں توحید کے نور کی طرف پہنچاوے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ اور ایسا ہی حضرت محمد رسول اللہ صلعم کی رسالت کا منشار تھا کہ ایک بُت پرست قوم کو بُت پرستی کی تاریکی سے نکال کر ایک مستقل شریعت جسمیں دینی اور دنیاوی احکام دونو ہوں توحید کے

دور کی طرف پہنچاوے اور ایسا ہی ہوا۔

جب موسیٰ علیہ السلام اپنی قوم پر مبعوث ہوئے تو اُس وقت اس قوم کے بارہ گروہ موجود تھے۔ اور جب حضرت محمدؐ رسول اللہ صلعم تشریف لائے تو اُسوقت بھی بنی اسماعیل کے بارہ گروہ تھے۔ جیسا کہ کتاب پیدایش کے ۲۵۔ باب کی ۱۳ آیت سے ظاہر ہے۔ حضرت موسیٰ ؑ نے صغر سنی میں دشمنوں کے گھر میں پرورش پائی۔ اور ایسا ہی حضرت محمدؐ رسول اللہ صلعم نے دشمنوں کے گھر میں پرورش پائی۔ علاوہ اسکے اور بہت سے طریق تطبیق یعنے خدا کی راہ میں لڑنا اور اپنی قوم میں حاکم اور امیر مقرر کرنا وغیرہ بھی ہیں۔ یہہ امر عیسائی مصنفوں نے بھی تسلیم کیا ہے کہ محمدؐ رسول اللہ مثیل موسیٰ ؑ تھے۔ مسٹر ایری نان نے حضرت عیسیٰ ؑ کے حالات زندگی کے بیان میں لکھا ہے۔ کہ حضرت موسیٰ ؑ اور حضرت محمدؐ صرف غور ہی کرنے والے اور سوچنے والے نہ تھے بلکہ وہ دونو کام کرنے والے بھی تھے اپنے ہموطنوں اور ہمسروں کے لئے کام تجویز کرتے تھے اور اسی کے ذریعہ سے اِن دونو نے انسانوں پر حکومت کی۔

کوارٹرلی ریویو صفحہ ۲۵۴ میں جو آرٹیکل اسلام پر چھپا ہے اسمیں لکھا ہے کہ حضرت محمدؐ رسول اللہ کو اپنے وطن میں رہنا مشکل معلوم ہوا اسلئے اُنہوں نے ہجرت کی تاکہ دوسرے مقام پر جاکر وعظ کریں جیسا کہ حضرت ابراہیم ؑ اور حضرت موسیٰ ؑ کے اور اور نبیوں نے ہجرت کی تھی۔ اُن پیروؤں نے اطاعت اور وفاداری کا وعدہ کیا اور جب یہہ ہوچکا تو اُنہوں نے اُنمیں بارہ آدمی منتخب کئے۔ حضرت عیسیٰ نے بھی بارہ حواری چُنے۔ حضرت موسیٰ نے بھی بنی اسرائیل کی قوم میں سے زیادہ عمر کے لوگ منتخب کئے تھے۔ سنہ ۱۰ ہجری میں آخر مرتبہ حضرت صلعم چالیس ہزار مسلمانوں کے ساتھ مکہ معظمہ میں آئے اور کوہ عرفات پر مثل موسیٰ ؑ کے اُنکو برکت دی اور آپ نے اخیر نصیحت کئی اور خصوصاً یہہ نصیحت فرمائی کہ کمزوروں اور مفلسوں اور عورتوں کو پناہ دو۔ اور

سود خواری سے پرہیز کرو- آن حضرت نے بھی مثل موسیٰؑ آخری مرتبہ مسلمانوں سے پوچھا کہ میں نے کسی کا کچھ نقصان تو نہیں کیا- اور کسی کا کچھ قرض تو مجھ پر نہیں- انتہی- یہہ سب صورتیں وہی تھیں جو کہ کوارٹرلی ریویو میں لکھی ہیں- پس اب سوائے اسکے جو براہ تعصب اس صاف روشن بشارت سے آنکھ بند کرلے- کون کہہ سکتا ہے کہ یہہ بشارت حضرت محمدؐ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں نہیں ہے؟ حاصل کلام یہہ ہے کہ یہہ دونو پیغمبر مرسل ٹھیک ایک دوسرے کے شفیق اور رفیق تھے جیسا کہ حضرت اسحاق وحضرت اسمعیل علیہم السّلام ایک دوسرے کے شفیق اور رفیق تازیست رہے مثلاً برکت اور برومندی اور ازدیاد نسل کے وعدہ پانے میں اپنے والد حضرت ابراہیم علیہ السلام کی وفات اور تجہیز وتکفین کرنے میں اور جنازہ پڑھنے میں دیکھو کتاب پیدایش کے ۲۵-باب کی ۸-آیت- باوجود اسکے کہ حضرت اسمعیل عرب میں رہتے تھے اور حضرت ابراہیم حبرون میں جو شام کا ایک شہر ہے لیکن بروقت جنازہ کے جیسا کہ حوالہ مذکورہ سے ظاہر ہے موجود تھے باوجود اسکے کہ حضرت ابراہیمؑ کے اور بیٹے بنی قنطورہ بھی تھے لیکن بروقت جنازہ کے کوئی موجود نہ تھا- اور کیا عجب ہے کہ حضرت ابراہیمؑ نے وفات کے وقت بھی ان دونو صاحبوں کو برکت دی ہو کیونکہ یہہ بھی نبیوں کی عادت تھی کہ بروقت وفات کے اپنی نسل کو برکت دیا کرتے تھے جیسا کہ حضرت اسحٰق اور حضرت یعقوبؑ نے اپنے بیٹوں کو دی- غرضیکہ یہہ دونو بزرگ حضرت اسحٰق اور حضرت اسمٰعیل ایک دوسرے کے شفیق اور رفیق بلکہ اسکو یوں کہئے کہ ایک جان دو قالب تھے- اور ان دونو بزرگوں کی اولاد سے دو برگزیدہ پیغمبر حضرت موسیٰؑ اور حضرت محمدؐ صلعم پیدا ہوئے اور یہہ دونو ٹھیک خدا کے بندے اور رسول پیمبر اور اپنی اپنی امت کے نبی مصلح قاضی اور حاکم اور امیر جیش تھے اور روحانی جسمانی اور دینی اور دنیاوی امورات میں ایک دوسرے کے شفیق اور مثنی تھے-

اب یہاں سے عیسائیوں کا یہہ اعتراض کہ اسلام اپنی تعلیمات میں پہلی رسومات کی طرف کھینچتا ہے اور پھر از سر نو طفل مکتب بنا تا چاہتا ہے انتہی۔ بالکل مہمل ٹھہرتا ہے کیونکہ جب ہم توریت سے موسیٰ علیہ السلام کے اِس مقولہ کا مصداق کہ وُہ تمہارے لئے تمہارے بھائیوں میں سے ایک نبی میری مانند اُٹھاویگا حضرت محمدؐ رسول اللہ صلعم کو ثابت کر چکے۔ تو ضرورًا محمد رسول اللہ کا بھی صاحب شریعت مثل موسیٰ ہونا چاہئے تھا چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ اگر موسیٰ علیہ السّلام صاحب شریعت تھے تو محمدؐ رسول اللہ صلعم بھی اُنکی مثل صاحب شریعت تھے۔ اُنکے واسطے احکامات الٰہیہ توریت مقدس میں نازل ہوئے۔ اِنکے لئے قرآن مجید میں احکامات نازل ہوئے۔ العاقل تکفیہ الاشارۃ عیسائی جو اس پیشین گوئی کو حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کے حق میں سمجھتے ہیں اُنکے دلائل بالکل ظنی اور وہمی اور محض اعتقادی ہیں اِسکی تردید ہم بہت عمدہ دلائل سے کر سکتے ہیں۔

اوّل یہہ کہ یہہ پیشین گوئی ہم ثابت کر چکے ہیں کہ بنی اسمٰعیل کے حق میں ہے اور حضرت عیسیٰؑ قوم بنی اسرائیل سے تھے۔ پس یہہ پیشین گوئی حضرت عیسیٰؑ کے حق میں کیونکر ہو سکتی ہے۔

دوم یہہ کہ حضرت عیسیٰؑ کوئی مستقل شریعت نہیں لائے جسمیں دینی اور دنیاوی احکامات دونو ہوں اور نہ اُنہوں نے کسی بُت پرست قوم کو اپنی رسالت کے وقت کی تاریکئ ضلالت سے نکال کر روشنئ ہدایت کی طرف رہنمائی کی ہو۔ جیسا کہ حضرت محمدؐ رسول اللہ صلعم اور حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کی۔ حضرت **عیسیٰ** علیہ السلام اپنی قوم میں ایک مسکین نبی **موسیٰ** علیہ السّلام کی شریعت کے پیرو تھے۔ خود صاحب شریعت نہ تھے۔ چنانچہ **یوحنّا** کے پہلے باب کی ۱۸ آیت سے ظاہر ہے کہ حضرت موسیٰؑ صاحب شریعت تھے اور حضرت عیسیٰ راستی سکھلانیوالے۔ تو پھر یہہ پیشین گوئی حضرت عیسیٰؑ کے حق میں کیونکر ثابت ہو سکتی ہے۔

سوم۔ حضرت عیسیٰ جب اپنی قوم میں تشریف لائے تو انکی قوم کے کل دو گروہ موجود تھے کیونکہ دس گروہ حضرت عیسیٰ سے نو سو پچہتر ۹۷۵ برس پیشتر حضرت سلیمانؑ کی وفات کے بعد مردود کیئے گئے تھے۔ اور وہ دو گروہ جو کہ حضرت عیسیٰ ع کے زمانہ میں موجود تھے۔ ایسے تعلیم یافتہ اور شائستہ تھے کہ حضرت عیسیٰؑ اپنے شاگردوں سے فرمایا کرتے تھے کہ جو کچھہ تمکو موسیٰ کے گدی نشین کہیں انکا کہنا مانو۔ یہہ حضرت عیسیٰ کا فرمانا اس سبب سے تہا کہ وہ لوگ شریعت کے پورے پورے واقف تھے۔ یہاں سے یہہ بہی ظاہر ہوتا ہے کہ عیسیٰ ع جب تشریف لائے تو اکثر لوگ ماہرین شریعت اور دیندار تھے کہ عیسیٰ ع نے دوسروں کو ہدایت کی کہ تم انکا کہنا مانو اور انکی تعلیم سے ہدایت پاؤ۔ ایسے لوگ نہ تھے کہ جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور محمد الرسول اللہ صلعم کے وقت گمراہ اور غرق چاہ ضلالت اور بت پرست تھے۔ پس یہہ پیشین گوئی کسی طرح عیسیٰ علیہ السلام کو مثل موسیٰ قرار نہیں دیسکتی اور نہ اُنپر صادق آسکتی ہے۔

چہارم۔ اِس پیشین گوئی کو حضرت **پطرس** حواری بہی حضرت عیسیٰ کے سوائے حضرت محمد الرسول اللہ پر جماتے ہیں جو بنی اسرائیل کے بہائیوں بنی اسمٰعیل میں سے تشریف لائے۔ جیسا کہ کتاب **اعمال** کے ۳ باب کی ۹ آیت سے آخر باب تک ظاہر ہے

توبہ کرو اور متوجہ ہو کہ تمہارے گناہ مٹائے جائیں تاکہ خداوند کی حضور سے تازگی بخش ایام آویں اور یسوع مسیح کو پھر بہیجے جسکی منادی تم لوگوں کے درمیان آگے سے ہوئی۔ ضرور ہے کہ آسمان اُسے لئے رہے اُسوقت تک کہ سب چیزیں جنکا ذکر خداوند نے اپنے سب پاک نبیوں کی زبانی شروع کیا اپنی حالت پر آویں کیونکہ موسیٰ نے باپ دادوں سے کہا کہ خداوند جو تمہارا خدا ہے تمہارے لئے تمہارے بہائیوں میں سے ایک نبی میری مانند اُٹھائیگا تم اُسکی سنیئو اور ایسا ہوگا کہ ہر نفس جو اُس نبی کی نہ سُنیگا وہ قوم میں سے نیست کیا جاویگا۔ بلکہ سب نبیوں نے سموئیل سے لیکر پچہلوں تک

جتنوں نے کلام کیا ہے ان دنوں کی خبر دی ہے تم نبیوں کی اولاد اور اس عہد کے ہو
جو خدا نے باپ دادوں سے باندھا جب ابرہام سے کہا کہ تیری نسل سے دنیا کی تمام قومیں
برکت پاوینگی تمہارے پاس خدا نے اپنے بیٹے یسوع کو اٹھاکے بھیجا کہ تم میں سے ہر ایک
کو اسکی بدیوں سے پھیر کر برکت دی - انتہی - اوپر کی آیات پر ناظرین کو دو امور پر خوب
غور کرنا چاہئے -

اوّل یہہ کہ ضرور ہے کہ آسمان اسے لئے رہے یعنے عیسیٰ کو اس وقت کو جبکہ وہ
نبی مثل موسیٰ آجاوے -

دوم یہہ کہ یسوع پہلے آیا یہہ بات بھی اسپر دلالت کرتی ہے کہ مسیح مبشر محمدؐ رسول اللہ
ہیں - اب عیسائی صاحبوں کو پطرس حواری کے کلام کو خوب غور سے دیکھنا چاہئے اور خوب
توجہ سے خوض کرنا چاہئے کہ ایا کون نبی ہے جسکی بابت پطرس صاحب نے ذکر کیا ہے
پس یہہ پیشین گوئی حضرت عیسیٰؑ کے حق میں کیونکر صادق آسکتی ہے -
اور عیسائیوں کا یہہ کہنا کہ حضرت ہاجرہ لونڈی تھی اور اسمعیل مع اپنی ماں کے نکالے گئے
تھے بالکل باطل ہے اوّل یہہ کہ حضرت ہاجرہ کا لونڈی ہونا کتب مقدسہ سے نہیں
پایا جاتا کیونکہ جو شرائط لونڈی ہونے کی کتب مقدسہ میں ہیں وہ ایک بھی حضرت ہاجرہ
میں پائی نہیں جاتیں - ہاں وہ چار عورتیں راحیل - لیا - زلفا - بلہا جو کہ حضرت یعقوب
کی ازواج تھیں منجملہ انکے زلفا اور بلہا میں لونڈی ہونے کی شرائط پائی جاتی ہیں اور
ان چاروں ازواج سے بارہ گردہ بنی اسرائیل کے نکلے -

پھر بنی اسرائیل چارسو برس تک فرعون کی غلامی میں قید اور اسیر رہے اور بابل
کے بادشاہ بنوکدنضر نے بھی اس قوم بنی اسرائیل کو ستّر برس تک لونڈی اور غلام بنایا
اور فلسطین کے بادشاہ نے بھی اور طرطوس رومی نے بھی انکو قید اور اسیر کیا اگر عیسائی
یہہ کہیں کہ حضرت ہاجرہ کے وقت شریعت کہاں تھی - شریعت حضرت موسیٰؑ لائے

اور شرائط لونڈی اور غلام کی حضرت موسیٰ کے وقت بیان ہوئیں تو اسکا جواب یہہ ہے کہ جس صورت میں شرائط لونڈی اور غلام کی حضرت موسیٰ سے شروع ہوئیں تو حضرت ہاجرہ لونڈی نہیں ہو سکتیں۔ اذا فات الشرط فات المشروط۔ اگر کوئی یہہ کہے کہ حضرت سائرہ نے یا خداوند تعالیٰ نے اُنکو لونڈی سے پکارا ہے۔ تو اسکا جواب یہہ ہے کہ خداوند تعالیٰ نے حضرت ابراہیم کو خود فرمایا تھا کہ تیری اولاد ایک ملک میں جو اُنکا نہیں لونڈی غلام بنیں گے۔ دیکھو کتاب پیدایش کے ۱۵ باب کی ۱۳ آیت۔ اور چند مقامات پر خداوند تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو کہا ہے کہ میں تمکو غلام خانہ سے نکال لایا۔ اگر لونڈی یا غلام صرف کہنے سے کوئی ہو جاتا ہے تو بنی اسرائیل سے زیادہ کوئی لونڈی اور غلام ہو نہیں سکتا جیسا کہ ہم لکھ چکے۔ بالفرض اگر حضرت ہاجرہ حضرت سائرہ کی لونڈی تہیں تو خیال کرو کسکی لونڈی تہیں جو کہ امہات المومنین تہیں۔ اور بنی اسرائیل کسکے لونڈی اور غلام کہلائے فرعون کے جو کہ سخت کافر اور مشرکوں کا جد امجد۔ اور بنوکدنضر بادشاہ بابل کے غلام بنے کیا یہہ غلام حقیقتاً تھے۔ انتہی قول تحفیہ الاشارۃ۔ اور بنی اسرائیل پر بموجب شرائط توریت شریف کے لونڈی غلام ہونا صادق آتا ہے۔ برعکس اسکے بنی اسمعیل کا لونڈی غلام ہونا بموجب شرائط توریت اور انجیل کے ثابت نہیں ہوتا۔ اگر عیسائی لوگوں کے نزدیک لونڈی غلام ہونا مانع نبوت ہے تو بعد حضرت ابراہیم کے کسی نبی کی نبوت قایم نرہیگی۔ کیونکہ توریت میں بنی اسرائیل کا لونڈی اور غلام ہونا اظہر من الشمس ہے اور اکثر انبیاء سابقین اسی قوم بنی اسرائیل سے مبعوث ہوئے۔ جب ثابت ہو گیا کہ حضرت ہاجرہ لونڈی نہ تہیں تو مختصر حال حضرت ہاجرہ کا لکھنا چاہیئے۔

میرے ایک دوست سلیمان یہودی نے حضرت ہاجرہ کی نسبت بحوالہ کتاب سفر الاشار جو یہودیوں کی ایک معتبر تاریخ ہے اسطرح بیان کیا ہے کہ شہر بابل دار السلطنت نمرود میں جہاں تارہ یعنی آذر اور ابراہیم اور اُنکے تمام خاندان کے لوگ رہتے تھے ایک شخص

حکیم ہنرمند ذکی الطبع جو اکثر علوم اور فنون میں کمال رکھتا تھا اُسکا نام رقیوس تھا مگر اُسنے
بسبب مفلس اور محتاج اور مفلوک ہونے کے وطن میں رہنا نامناسب سمجھکر مصر
کی راہ لی۔جب وہاں پر پہنچا اُسکی لیاقت اور دانشمندی باشندگان مصر پر ظاہر ہوئی
تو بادشاہ مصر نے اُسکو براہ قدردانی اعیان سلطنت میں داخل کیا رفتہ رفتہ وہ مصر
کا بادشاہ ہوگیا۔یہہ وہ شخص ہے جسکا لقب **فرعون** ہوا۔اسی فرعون کے زمانہ سلطنت
میں بوجہ قحط سالی کے حضرت ابراہیمؑ فلسطین سے مع اپنے اہلبیت کے مصر میں
تشریف لیگئے۔جب حضرت ابراہیمؑ مصر میں پہنچے اور اُنہوں نے حضرت سائرہ کا
اپنی بی بی ہونا ظاہر نہ کیا۔بلکہ بہن ہونا ظاہر کیا تو فرعون نے حضرت سائرہ سے
شادی کرنی چاہی اور حضرت ابراہیمؑ کو بہت کچھ دیکر حضرت سائرہ کو اپنے گھر لیگیا
اس واقعہ سے بہی استدلال ہو سکتا ہے کہ فرعون بادشاہ مصر بسبب ہمقوم ہونے
کے زیادہ تر حضرت سائرہ سے شادی کرنے کی رغبت رکھتا تھا۔ہنوز شادی ہونے
نپائی تھی کہ مختلف قسم کے صدمات فرعون پر واقع ہوئے اور اسکے سبب سے جب فرعون
نے سائرہ کے حال کی زیادہ تر تفتیش کی تو معلوم ہوا کہ وہ حضرت ابراہیم کی بی بی ہیں
اُسیوقت فرعون نے اُنکو حضرت ابراہیم کے پاس بہیجدیا اور حضرت ہاجرہ اپنے بیٹے کو
اُنکے سُپرد کیا۔یہی حال حضرت ہاجرہ کا ہے جو ہمنے ٹھیک بیان کیا ہے۔علاوہ اسکے
علمائے مفسرین یہود نے حضرت ہاجرہ کا جہاں جہاں کُتب مقدس میں ذکر آیا ہے
حضرت ہاجرہ کو مصر کے بادشاہ کی بیٹی لکھا ہے اور حضرت اسمٰعیل اور حضرت ہاجرہ کا
عرب کے ملک میں تشریف لیجانا بموجب حکم خداوند کے ایسا ہی ہے جیسا کہ حضرت
یعقوب کا مع اپنے عیال کے مصر میں تشریف لیجانا اور کئی لاکھ بنی اسرائیل کو حضرت
موسیٰ کا نکالنا جو اُس وعدہ خداوند کے پورا ہونے کے واسطے تھا جو کہ حضرت ابراہیمؑ سے
وعدہ ہوا تھا کہ اس قوم کو چار سو برس کے بعد بڑی قوم کرکے نکالوں گا۔یہہ عین حکمت آلہی

تھی اور اسی حکمت سے وہ وعدہ پورا کیا۔ اسی طرح حضرت اسمعیل اور حضرت ہاجرہ کے عرب میں تشریف لیجانے کی یہہ حکمت تہی کہ خداوند تعالیٰ عرب کو برومند کرے اور اپنے نبی محمّد رسول اللہ صلعم کو عرب سے نکالے۔ چنانچہ تواریخ دانوں پر ظاہر ہے کہ عرب کی قوم کو جیسے خداوند تعالیٰ نے برکت اور برومندی بخشی ویسی اور کسی قوم کو برکت اور دانائی حاصل نہیں ہوئی۔ یہہ لوگ تھوڑی مدت میں ذی علم اور ذی فنون ہو گئے ہیں کہ اور کوئی قوم نہیں ہوئی باوجود اِسکے کہ یہہ قوم حضرت محمّد رسول اللہ صلعم کے پیشتر بالکل جاہل اور اُمّی تہی اور آنحضرتؐ ہی نے اُنکو یک لخت ایسا شایستہ اور مہذّب اور موحد (ایک خدا کی پرستش کرنیوالا) بنادیا۔ اس سے ظاہر ہے کہ یہہ امر ضروری تہا کہ حضرت اسمعیل سے برکت نکلے۔ اور اس قوم نے تھوڑے عرصہ میں تمام دنیا میں تہذیب پہیلادی اور تقریباً تمام دنیا پر حکمران ہوگئی۔ غرضکہ جو شایستگی اور تہذیب اس قوم کو حاصل ہوئی وہ صرف حضرت محمّد صلعم کے طفیل سے حاصل ہوئی اور حضرت ہاجرہ کی اولاد کو خداوند تعالیٰ نے حضرت یسعیاہ نبی کی زبانی اس طرح ارشاد فرمایا ہے کہ میںنے اُنکو تھوڑی دیر کے لئے چھوڑ دیا ہے۔ جیسا کہ یسعیاہ نبی کے ۵۴ باب سے ظاہر ہے طوالت کے باعث وہ عبارت یہاں نہیں لکھی۔ ناظرین خود ملاحظہ فرماسکتے ہیں۔ اور حضرت یسعیاہ نبی نے ۴۲ باب میں دو نبیوں کی خبر دی ہے۔ ایک حضرت عیسیٰ کی دوم حضرت محمّد صلعم کی۔ اس باب کی پہلی آیت سے لغایت ۹ تک حضرت عیسیٰؑ کی بابت پیشین گوئی ہے چنانچہ حضرت متی نے اس پیشین گوئی کو اپنی کتاب مصنّفہ کے ۱۲ باب کی ۱۸ سے ۲۲ آیت تک حضرت عیسیٰ پر جمایا ہے ناظرین ملاحظہ فرماسکتے ہیں اور ۹ سے ۲۰ آیت تک حضرت محمّد صلعم سے متعلق ہے وہ عبارت یہہ ہے۔

دیکھو تو سابق پیشین گوئیاں بر آئیں اور میں نئی باتیں بتلاتا ہوں اس سے پیشتر کہ واقع ہوں میں تم سے بیان کرتا ہوں۔ خداوند کے لئے ایک نیا گیت گاؤ۔

اے تم جو سمندر پر گزرتے ہو اور اے تم جو اس میں بستے ہو اور بحری ممالک اور اُنکے
باشندو تم زمین پر سر تا سر اُسکی ستایش کرو۔ بیابان اور اُسکی بستیاں قیدار کے آباد
دیہات اپنی آواز بلند کرینگے۔ سلع کے بسنے والے ایک گیت گاوینگے۔ پہاڑوں کی چوٹیوں
پر سے للکارینگے۔ وہ خداوند کا جلال ظاہر کرینگے اور بحری ممالک اُسکی ثنا خوانی کریں گے
خداوند ایک بہادر کی مانند نکلیگا۔ وہ جنگی مرد کی مانند اپنی غیرت کو اُسکائیگا وہ چلائے گا
ہاں وہ جنگ کے لئے بلائیگا اپنے دشمنوں پر بہادری کرے گا۔ میں بہت مدت چپ رہا
میں خاموش ہو رہا اور آپ کو روکتا گیا۔ اور اب میں اُس عورت کی طرح جسے دردِزہ
ہو چلاؤں گا اور ہانپوں گا اور زور زور سے ٹھنڈے سانس بھی لونگا میں پہاڑوں اور
ٹیلوں کو ویران کر ڈالوں گا۔ اور اُنکے سبزہ زاروں کو خشک کروں گا۔ اور اُنکی ندیاں
بسنے کے لایق زمین بناؤں گا۔ اور تالابوں کو سوکا دوں گا۔ اور اندھوں کو اُس راہ
سے کہ جسے وہ نہیں جانتے لیجاؤں گا۔ میں اُنہیں اُس راستوں پر جن سے وے
آگاہ نہیں ہیں لیچلوں گا۔ میں اُنکے آگے تاریکی کو روشنی اور اونچی نیچی جگہ کو میدان
کردوں گا میں اُن سے یہہ سلوک کروں گا اور اُنہیں ترک نہ کروں گا۔ وہ پیچھے ہٹیں اور
نہایت پشیماں ہوں جو کھودی ہوئی مورتوں کا بھروسہ رکھتے ہیں اور ڈھلے ہوئے
بُتوں کو کہتے ہیں تم ہمارے الہ ہو۔ اے بہرو سُنو اور تاکو اے اندھو تاکہ تم دیکھو!
اندھا کون ہے مگر میرا بندہ اور کون ایسا بہرہ جیسا میرا رسول جسے میں بھیجوں گا اندھا کون
ہے جیسا وہ جو کامل ہے اور عبداللہ کی مانند اندھا کون ہے۔ انتہی

حضرت یسعیاہ نبی نے اس پیشین گوئی میں کئی ایک باتوں کا ذکر کیا ہے۔ اوّل یہہ
کہ اس پیشین گوئی کو قیدار کے گھرانے کے لئے مخصوص کیا ہے۔ قیدار حضرت سمعیل
کے بیٹے کا نام ہے۔ دیکھو کتاب پیدایش کے ۲۵ باب کی ۱۳ آیت۔ حضرت محمد صلعم بھی
اسی قبیلہ سے پیدا ہوئے۔ دوم اُس نبی یعنے حضرت محمد صلعم کی شان و شوکت

کا بیان ہے یعنی اُس نبی کی کیسی شان وشوکت ہو گی۔ اور حضرت یسعیاہ نبی نے جیساکہ اس باب کی پہلی آیتوں سے ظاہر کیا ہے جو حضرت عیسیٰ سے متعلق ہیں اُسمیں حضرت عیسیٰ ع کی بردباری اور حلیمی کا ذکر کیا ہے کہ وہ بازاروں میں نہ چلائیگا وہ مسلے ہوئے سینٹھے کو نہ توڑیگا الخ غرضیکہ حضرت یسعیاہ نے اس باب میں حضرت عیسیٰ ع کی **مسکینی** اور حضرت **محمد** صلعم کی **شان وشوکت** بیان کی ہے۔ سوم اس باب میں یہہ بھی بیان کیا ہے کہ خدا اپنی شوکت ضرور بالضرور قوم بنی اسمٰعیل کو عطا کریگا۔ چہارم اُس نبی کی صفت بھی بیان کردی ہے کہ وہ بہرا یعنے اَن پڑھ چنانچہ حضرت **محمد** صلعم جب تک کہ انکو تعلیم آسمانی نہیں دیگئی تھی وہ اُمّی تھے اور کامل جسکو عربی میں حنیف کہتے ہیں حضرت ابراہیم کا لقب ہے۔ اور عبد اللہ آنحضرت کے باپ کا نام ہے۔

یہاں پر ہم مناسب سمجھتے ہیں کہ کچھ ذکر **خانہ کعبہ** کا بھی کریں۔ کیونکہ عیسائی لوگ اکثر اپنی تصانیف میں لکھتے ہیں کہ خانہ کعبہ کو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے نہیں بنایا۔ اول ہمیں کتب مقدسہ میں دیکھنا چاہیئے کہ حضرت ابراہیم عادی بیت اللہ بنانے کے تھے یا نہیں۔ جب ہم غور سے دیکھتے ہیں تو ثابت ہوتا ہے کہ اُنکی عادت بیت اللہ بنانے کی تھی جیساکہ کتاب **پیدایش** کے ۱۲ باب کی ۷۔ آیت میں ہے کہ حضرت ابراہیم نے خداوند کے لئیے قربان گاہ بنائی۔ اور اس باب کی ۸۔ آیت میں ہے کہ حضرت ابراہیم نے خداوند کے لئے ایک قربان گاہ بنائی اور اُسی کتاب کے ۱۳۔ باب کی ۱۸۔ آیت میں ہے کہ حضرت ابراہیم نے خداوند کے لئے ایک قربان گاہ بنائی۔ اور نیز ۲۱ باب کی ۳۳۔ آیت میں ہے کہ حضرت ابراہیم نے خداوند خدا ابدی کا نام ایک مقام پر لیا۔ اب ان آیات مذکورہ بالا سے معلوم ہوا کہ حضرت ابراہیم جس جگہ کو اپنا قیام گاہ مقرر فرماتے تھے وہاں ایک قربان گاہ بناتے تھے اور یہہ اُنکی عادت ہو گئی تھی۔ اب ناظرین کو یہاں خوب غور کرنا چاہیئے کہ حضرت ابراہیم جبکہ غیر ملکوں میں جاکر قربان گاہ بناتے تھے تو جبکہ عرب

میں اپنے عزیز بیٹے کے پاس گئے ہونگے تو کیونکر ایک قربان گاہ بنائی نہ ہوگی۔ اور اِس عرب کی قربان گاہ کا ظہور آجتک دیکھا جاتا ہے اور اُن قربان گاہوں کا جو کہ کتب مقدّسہ میں مذکور ہیں کہیں نام ونشان بھی پایا نہیں جاتا اور عرب کی قربان گاہ پر جو دعائیں خداوند تعالی سے حضرت ابراہیم نے مانگی تہیں اُن سب کو خداوند عالم نے منظور کیا اور فرمایا کہ اِس قربان گاہ پر دور دور سے پیدل اور دُبلے دُبلے اونٹوں پر سوار ہوکر ہر جگہ کے لوگ آوینگے۔ سو اس دعا کا ظہور آجتک بخوبی پایا جاتا ہے اور بموجب رسم ابراہیمی آجتک قربانیاں مکہ معظمہ میں گزرانی جاتی ہیں اور قیامت تک گزرانی جائینگی اور حضرت یسعیاہ نبی نے اپنی کتاب میں اس قربان گاہ کی بابت دو جگہ تذکرہ کیا ہے جیساکہ کتاب یسعیاہ کے ۲ باب کی ۲۔ آیت میں ہے کہ آخری دنوں میں ایسا ہوگا کہ خداوند کا گھر پہاڑیوں کی چوٹیوں پر قایم کیا جائیگا۔ اور اس کتاب کے ۴۲ باب کی ۱۱۔ آیت میں ہے۔ کہ قیدار کے رہنے والے پہاڑ کی چوٹیوں پر گیت گاوینگے۔

اب اُن معترضین کے اعتراض کہ حضرت ابراہیمؑ کا عرب میں جانا کتب مقدّسہ سے ثابت نہیں ہوتا محض بے بنیاد ہے کیونکہ ہم کتب مقدسہ سے یہہ امر کہ حضرت ابراہیمؑ قربان گاہیں بنانے کے عادی تہے اور اس عرب کی قربان گاہ کا ظہور آجتک پایا جاتا ہے اور قرآن مجید بہی اسکی تصدیق کرتا ہے تو بیشک حضرت ابراہیمؑ عرب میں حضرت اسمٰعیل کے پاس ضرور گئے ہونگے۔ اس جگہ پر ہمکو فصل مقام سے کچھ بحث نہیں کیونکہ حضرت اسمٰعیلؑ عرب سے جبرون میں کہ ایک فاصلہ بعیدہ ہے اپنے والد کے پاس آیا کرتے تہے جیساکہ کتاب پیدایش کے ۲۵ باب کی ۸۔ آیت میں ہے تو کیا عجب ہے کہ حضرت ابراہیمؑ عرب میں حضرت اسمٰعیلؑ کے پاس تشریف لیگئے ہوں۔ اس بارے میں ہماری واسطے صرف قرآن مجید کی ہی شہادت کافی ہے کیونکہ جب قرآن مجید کی شہادت پہلی کتابوں سے ملتی ہے اور قرآن مجید اسکی شہادت دیتا ہے کہ حضرت ابراہیمؑ اور حضرت اسمٰعیلؑ نے

مکہ معظمہ کی تعمیر کی ہے اور اسکا ظہور کہ جو دعا حضرت ابراہیم نے کی تھی ہم آجتک دیکھتے ہیں تو ہمکو ضرور اُسکا یقین کرنا چاہئے۔ اور حضرت ابراہیم کا حضرت اسمٰعیل کے پاس دو دفعہ تشریف لیجانا کتاب حدیث یہود سے جسکا نام طالموت ہے ثابت ہے اور یہہ طالموت وہ کتاب معتبر ہے کہ جس سے چند مقامات انجیل میں نقل کئے گئے ہیں۔ دیکھو نسب نامہ مسیح جو متی اور لوقا میں مذکور ہے اور اعمال کے ۳ باب کی ۴۴۔ آیت اور ۲ تمطاوس کے ۳ باب کی ۸۔ آیت اور یہودا کے خط عام کی ۹۔ آیت و ۱۴۔ آیت وغیرہ میں۔ اور حضرت یسعیاہ نبی نے حضرت **محمد** صلعم کی ہجرت کا ذکر بھی کیا ہے چنانچہ حضرت یسعیاہ نبی کی کتاب کے ۲۱ باب کی ۱۳۔ آیت میں ہے اور وہ عبارت یہہ ہے۔

عرب کی بابت الہامی کلام عرب کے صحرا میں تم رات کو کاٹوگے اے دُدانیوں کے قافلو پانی لیکے پیاسے کا استقبال کرنے آؤ۔ اے تیما کی سرزمین کے باشندو روٹی لیکے بھاگنے والے کے ملنے کو نکلو کیونکہ وے تلواروں کے سامنے سے ننگی تلوار سے اور کھینچی ہوئی کمان سے جنگ کی شدت سے بھاگے ہیں کیونکہ خداوند نے مجھکو یوں فرمایا۔ ہنوز ایک برس ہاں مزدور کیسی ایک ٹھیک برس میں **قیدار** کی ساری حشمت جاتی رہیگی اور تیر اندازوں کے جو باقی رہے قیدار کے بہادر لوگ گھٹ جائیں گے۔ کہ خداوند اسرائیل کے خدا نے یوں فرمایا۔ انتہی

اس عبارت میں جو لفظ تیما اور قیدار آئے ہیں۔ تیما کو عربی میں طیبہ کہتے ہیں اور طیبہ **مدینہ** منورہ کا نام ہے اور قیدار حضرت اسمٰعیل کے بیٹے کا نام ہے۔ دیکھو کتاب پیدائش کے ۲۵۔ باب کی ۱۳۔ آیت اور اسی نام سے ایک قوم کا نام ہوا۔ جو کہ قیدار کی اولاد تھی۔ اور **قرآن شریف** کی آیات کا مضمون حضرت یسعیاہ نبی کے فرمانے کی مطابقت کرتا ہے جیسا کہ حضرت یسعیاہ نبی نے فرمایا کہ قیدار کی ایک برس میں حشمت جاتی رہیگی۔ اسی طرح فرقان شریف میں بھی آیا ہے کہ مکہ ایک برس کے اندر

فتح ہو جائیگا۔ قال اللہ تعالیٰ انما المشرکون نجس فلا یقربوا المسجد الحرام من بعد علمہم
ترجمہ سوا اسکے نہیں کہ مشرک لوگ ناپاک ہیں پس وہ نہ نزدیک ہونگے مسجد الحرام کے پیچھے اس برس کے + چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ ایک برس کے اندر جناب رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے مع اپنے اصحاب کے کامل فتح مکہ پر پائی۔ اب یسعیاہ نبی کا وہ فرمودہ پورا ہوا کہ قیدار کی ایک برس بعد حشمت جاتی رہیگی۔

پادری **فنڈر** صاحب اس پیشین گوئی سے یہہ مراد لیتے ہیں جیسا کہ اپنی کتاب میزان الحق کے ۱۹۰ صفحہ کی ۸ سطر میں ہے وہ کہتے ہیں کہ بعض مفسرین کے قول کی نسبت کیخسرو ہے اور بعض کے قول کی نسبت **بخت نصر** کے لشکر سے اشارہ ہے جسنے بنی **عیص** کو اور عربوں کو مغلوب کر کے اُنکی ولائتیں چھین لیں۔ میں کہتا ہوں کہ اس پیشین گوئی کی وہ مراد نہیں جو پادری صاحب مراد لیتے ہیں۔ کیونکہ اس باب مذکورہ کی ۱۴ آیت میں ہے کہ پانی لیکے پیاسے کا استقبال کرنے کو آؤ۔ کیا خداوند تعالیٰ عرب کے لوگوں کو جو محض بے گناہ اور موعود قوم تہی ایک کافر کی تعظیم کرنے کا حکم صادر فرماتا ؟ کیا اُنکے درمیان کوئی نبی تہا کہ جو اُنکے لئے اُسوقت ایک شریعت لایا ہو اور یہہ حکم کیا ہو کہ تم **جمعہ** کے دن کی حفاظت کرنا۔ اور اُنہوں نے اُس حکم سے تجاوز کیا ہو اور جسکے سبب سے اُنکے لئے یہہ عذاب نازل ہوا ہو کہ کفّار کی اسیری میں سپرد کئے جاویں ؟ کیا یہاں قوم بنی اسرائیل تہی کہ جنہوں نے بسبب اپنے زشت اعمال اور حکم عدولی کے باعث اپنے پر اسیری برداشت کی۔ اور اسی باب کی ۱۵ آیت میں ہے کیونکہ وے تلواروں کے سامنے سے ننگی تلواروں سے اور کھینچی ہوئی کمانوں سے اور جنگ کی شدت سے بھاگے ہیں۔ اس آیت سے بہی صاف معلوم ہوتا ہے۔ کہ اس پیشین گوئی کے وہ معنے نہیں جو پادری صاحب مراد لیتے ہیں کیا بخت نصر اور کیخسرو کسی اپنے دشمن سے بہاگ کے آئے جو عرب کے لوگوں کو یہہ کہا گیا ہو کہ وہ جنگ کی شدت

سے اور کھینچی ہوئی کمانوں سے بھاگے ہیں۔ غرض کہ سیاق کلام سے اور منشاء عبارت سے ہرگز وہ مراد نہیں جو پادری صاحب مراد لیتے ہیں بلکہ وہی مراد ہے جو ہم نے بیان کیا ہے۔ اور حضرت یسعیاہ نبی نے ایک خبر اور بھی حضرت محمد رسول اللہ صلعم اور اور انکے صحابہ رضی کی دی ہے جیسا کہ یسعیاہ نبی کے ۱۳ باب کی ۶۔ آیت میں مذکور ہے۔

خداوند کا دن نزدیک ہے وہ قادر مطلق کی طرف سے ایک بڑی ہلاکت کی مانند آویگا اس باعث سارے ہاتھ ڈھیلے ہو جاویں گے اور ہر ایک آدمی کا دل پگھل جاویگا اور وہ ہراساں ہونگے جان کنی اور غمگینی اُنہیں آلیگی انکا ایسا اینٹھن ہوگا جیسا اُس عورت کا ہوتا ہے جسے درد لگتی ہے وہ سراسیمہ ہوتے ہوئے ایک دوسرے کو تاکا کرینگے اُنکے چہرے شعلہ نما ہونگے وغیرہ انتہی۔ ناظرین اس باب مذکورہ کو اول سے آخر تک ملاحظہ فرما سکتے ہیں۔

واضح رہے کہ اس باب میں بابل کی بربادی کا ذکر ہے جیسا کہ اس باب کی پہلی آیت سے ظاہر ہے اور اسکے برباد کرنیوالی قوم کا بھی ذکر ہے وہ دو قومیں ہیں ایک قوم کی صفت کا ذکر جیسا کہ اوپر کی آیتوں سے ظاہر ہے کہ اُنکے چہرے شعلہ نما ہونگے۔ الخ یہہ مضمون قرآن شریف کی آیت کے مطابق ہے قال اللہ تعالےٰ عزوجل مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗٓ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ تَرٰىهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا سِيْمَاهُمْ فِيْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ ذٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ ترجمہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے محمد رسول اللہ اور وہ لوگ جو ساتھ اُنکے ہیں بہت سخت ہیں اوپر کفار کے اور رحم کرنیوالے ہیں

لہ ومثلھم فی الانجیل کزرع اخرج شطاہ فازرہ فاستغلظ فاستوی علی سوقہ یعجب الزراع لیغیظ بھم الکفار ترجمہ اور صفت اُنکی بیچ انجیل کے جیسے کھیتی نکالے اکھوا اپنا پس قوی کرے اسکو پس موٹے ہو جاویں پس کھڑے ہو جاویں اوپر جھڑی اپنی کے خوش لگتے ہیں کھیتی کرنے والوں کو تو کہ غصہ میں لاوے اللہ بسبب اُن مسلمانوں کے کافروں کو + یہہ اشارہ متی کے ۱۳ باب کی ۳۱۔ آیت سے ۳۲۔ آیت کی طرف ہے

جیسا کہ لکھا ہے کہ آسمان کی بادشاہت رائی کے دانہ کے مانند ہے جسے ایک شخص نے لیکر اپنے کھیت میں بویا

(باقی بر صفحہ آئندہ)

درمیان اپنے دیکھتا ہے رکوع کرنے والے ہیں اور سجدہ کرنے والے ہیں طلب کرتے فضل اللہ سے اور رضامندی بیچ موہوں اُنکے کے پیشانی انکی میں نشان سجدہ کا ہے یہہ مثل اُنکی بیچ توریت کے ہے + اگرچہ اس باب مذکورہ میں جیساکہ ۱۷ آیت میں ہے کہ میں مادیوں کو بابل پر چڑھاؤں گا۔ لیکن یاد رہے کہ مادیوں سے بابل کی بربادی نہیں ہوئی۔ مادی ایک فارس کے قبیلہ کا نام ہے۔ اگر بابل کی بربادی مادیوں کے ہاتھ سے کامل طور پر ہوئی ہوتی تو یوحنّا اپنی **مکاشفات** میں جیساکہ یوحنا کے ۱۸ باب کی ۴-۳ آیت میں ہے یہہ نہ فرماتے کہ بابل گر پڑے۔ گر پڑے۔ اب حضرت یوحنّا کی کلام سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت یوحنّا کے زمانہ تک بابل پورے طور سے برباد نہیں ہوئی تھی۔ کیونکہ یسعیاہ کے ۱۳ باب کی ۲۰ آیت میں ہے کہ جب بابل برباد ہوگا تو وہ ابد تک آباد نہو گا اور پشت در پشت کوئی اُسمیں نہ بسے گا۔ وہاں ہرگز عرب لوگ خیمہ استادہ نہ کرینگے وہاں گڈریئے گلوں کو نہ بٹھاویں گے الخ۔ بابل کی کامل بربادی **حضرت محمد صلعم کے اصحابوں کے** ہاتھ سے کامل طور پر ہوئی چنانچہ تواریخوں میں لکھا ہے کہ جس وقت حضرت امیرالمومنین حضرت **علی** کرم اللہ وجہ سوم خلیفہ اسلام اپنی فوج کو لیکر بابل میں پہنچے تو اُس وقت اُنکی فوج نے اُنسے اجازت چاہی کہ ہم لوگ یہاں خیمہ ایستادہ کرکے نماز ادا کریں کیونکہ وہ وقت نماز کا تھا تو حضرت امیرالمومنین نے ارشاد فرمایا کہ یہاں ہرگز کوئی خیمہ ایستاد

حاشیہ متعلقہ صفحہ ۲۳

اور وہ سب بیجوں سے چھوٹا ہے پر جب اُگتا ہے تو سب ترکاریوں سے بڑا ہوتا ہے اور ایسا درخت ہوتا ہے کہ سب جانور ہوا کے پرندے اُسکی ڈالیوں پر بسیرا کرتے ہیں۔

پس اس آیت کے مضمون کی اس عبارت سے انجیل کی جو ہم نے اوپر بیان کی کیسی تصدیق ہوتی ہے اور اس سے بشہادت توریت و انجیل و قرآن مجید حضرت محمدؐ اور اُنکے صحابہ کی فضیلت ثابت ہوتی ہے اور درحقیقت یہہ بالکل صحابہ کے حال کے مطابق ہے اسلئے کہ اوّل وہ تھوڑے تھے اور پھر آہستہ آہستہ بڑھ گئے یہاں تک کہ اُنکا ایک بڑا لشکر ہوگیا جنکی جماعت اور کثرت کے سبب کفار تعجب کرتے تھے اور اُنکی طاقت و قدرت دیکھ دیکھ کر جلے مرتے تھے۔ پس جو کوئی انکی بزرگی کا قایل اور اُنکی فضیلت کا معتقد نہ ہو وہ درحقیقت توریت اور انجیل اور قرآن مجید اور تمام کتب سماوی کا منکر ہے ۱۲ منہ

نہ کرے کیونکہ یہہ شہر بابل خدا کا منضوب شہر ہے اس جگہ سے روانہ ہو۔ اب وہ کلام حضرت یسعیاہ نبی کا کہ وہاں عرب کے لوگ ہرگز خیمہ ایستادہ نہ کرینگے پورا ہوا اور یہہ پیشین گوئی بہی ٹہیک حضرت **محمد** صلعم اور اُنکے **اصحابوں** پر صادق آئی حضرت موسیٰ ؑ نے **قرآن مجید** کی تعریف اس طرح فرمائی ہے جیساکہ کتاب استثناء کے ۳۳ باب کی ۲ آیت میں ہے کہ خداوند سیناسے آیا یعنی توریت مقدس نازل کی اور بنی اسرائیل کو بڑے بڑے **جلال** دکہلائے اور شعیر سے اُن پر طلوع ہوا یعنی یہاں پر انجیل کا ظہور کیا کیونکہ انجیل اول اسی حصہ شعیر میں جسے حصہ ملک روم کا کہتے ہیں پہلی تہی۔ اور **فاران** ہی کے پہاڑ سے وہ جلوہ گر ہوا دس ہزار قدوسیوں کے ساتہہ آیا اور اُسکے داہنے ہاتہہ ایک آتشین **شریعت** اُنکے لئے تہی

اب اوپر کی آیتوں سے خدا کا فاران کے پہاڑ پر نکلنا ظاہر ہوتا ہے بلکہ فاران کے پہاڑ کی یہہ فضیلت فرمائی کہ دس ہزار قدوسیوں کے ساتھ آتا ہے یہہ مطلب توریت شریف کا ٹہیک مطابقت قرآن شریف کی آیات کی کرتا ہے اور یہاں سے ٹہیک قرآن مجید کا نازل ہونا ثابت ہوتا ہے کیونکہ فاران اُس مقام کا نام ہے جہاں حضرت اسمٰعیل نے بود و باش اختیار کی۔ دیکہو کتاب پیدایش ۲۱ باب ۲۱ آیت اور بروقت نزول قرآن شریف کے فرشتہ بہی آئے تہے جیساکہ قرآن شریف سے ثابت ہوتا ہے کما قال اللہ تعالیٰ انّا انزلناہ فی لیلۃ القدر وما ادریٰک مالیلۃ القدر لیلۃ القدر خیرٌ من الف شہرٍ تنزّل الملیٰکۃ والرّوح فیہا باذن ربّہم من کلّ امرٍ سلامٌ ھی حتّٰی مطلع الفجر ترجمہ بیشک نازل کیا ہمنے قرآن مجید کو بیچ لیلۃ القدر کے لیلۃ القدر بہتر ہے ہزار مہینوں سے نازل ہوتے ہیں اُس رات کو ملایکہ اور روح بیچ اُسکے حکم رب اُنکے سے کل امر سے سلامتی ہے یہاں تک کہ نکلتی ہے صبح۔ اور یہہ جو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ آتشیں شریعت یہہ قرآن شریف کی تعلیم کی

صفت کا ذکر کیا ہے جیسا کہ قرآن شریف میں کئی مقامات پر ذکر آیا ہے بسبب خوف طوالت کے یہاں ایک آیت نقل کیجاتی ہے قال اللہ تعالیٰ یخرجہم من الظلمات الی النور قرآن مجید نکالتا ہے آدمیوں کو تاریکی سے نور کی طرف اس موسیٰ والی آیت کے مضمون کے موافق حضرت حبقوق نبی کو بھی ایک رویا دکھلایا ہے جیسا کہ حبقوق نبی کی کتاب کے ۳ باب کی ۳- آیت میں ہے وہ یہہ ہے۔ خدا تیمان سے اور رہ جو قدوس ہے کوہ فاران سے آیا اسکی شوکت سے آسمان چھپ گیا اور زمین اُسکی حمد سے معمور ہوئی اُس کی جگمگاہٹ نور کی مانند تھی اُسکے ہاتھ سے کرنیں نکلتیں پر وہاں بھی اُسکی قدرت در پردہ تھی۔ ظاہر ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے قرآن شریف کو آتشیں شریعت کہا تھا حبقوق نبی نے اسکی تعلیم کو کرنیں نکلنا فرمایا۔ یہہ دونو مضمون کیسے آپس میں مطابق ہیں کیونکہ اسمٰعیل علیہ السلام کی برکت کا ظہور نکلنا تھا۔

اب ہم نے یہاں تک جو کچھ ثابت کیا ہے وہ مطابق عہد عتیق کے تھا اب ہم رجوع کرتے ہیں **عہد جدید** کی طرف تاکہ دیکھیں اُسکو کہ وہ ہماری کہاں تک مطابقت کرتا ہے۔ ناظرین کو واضح رہے کہ کلام عہد جدید حضرت **یوحنّا** سے شروع ہوتا ہے تو یہاں ہم مناسب سمجھتے ہیں کہ اپنی کلام کی تائید میں کلام یوحنّا کو اوّل پیش کریں حضرت یوحنّا کی تشریف آوری کے وقت یہود کو حضرت یوحنّا کے سوا اور عیسیٰ کے سوا کسی اور نبی کی انتظاری تھی۔ جیسا کہ یوحنّا کے پہلے باب کی ۱۹- آیت سے ۲۲- آیت تک ظاہر ہے اور وہ عبارت یہہ ہے۔ یوحنّا کی گواہی یہہ تھی کہ جب یہودیوں نے **یروشلم** سے کاہنوں اور لادیوں کو بھیجا کہ اُس سے پوچھیں کہ تو کون ہے اُس نے اقرار کیا اور انکار کیا بلکہ اقرار کیا کہ میں مسیح نہیں ہوں تب اس سے اُنہوں نے پوچھا کہ تو مسیح نہیں ہے تو اور کون ہے کیا تو **الیاس** ہے؟ اُس نے کہا میں الیاس بھی نہیں ہوں پھر اُنہوں نے کہا کیا تو **وہ نبی** ہے۔ اُس نے کہا میں وہ نبی نہیں ہوں۔ ان مذکورہ بالا آیات

سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت عیسیٰ ؑ اور حضرت الیاس کے سوا یہود کو **ایک اور نبی** کی انتظاری تھی۔ اور یوحنّا بھی اُس نبی کی بابت بخوبی واقف تھے۔ اگر واقف نہوتے تو ضرور یہود کو الزام دیتے کہ تم الیاس اور مسیح کے سوا **اور کس نبی** کی انتظاری میں ہو۔ اور حضرت مسیح علیہ السّلام کے روبرو بھی اُس نبی کا جسکو یہود وہ نبی کہتے تھے ذکر کیا گیا تھا۔ جیساکہ یوحنّا کے ۷ باب کی ۴۰ آیت میں ہے۔ بعضوں نے کہا فی الحقیقت یہہ وہی نبی ہے اور بعضوں نے کہا یہہ مسیح ہے۔ مگر اس موقع پر حضرت مسیح نے اُنکے **وہ نبی** کہنے پر بالکل تردید نہیں کی۔ بالفرض اگر یوحنّا سے یہود کے وہ کہنے پر تردید رہگئی تھی۔ تو حضرت مسیح کو لابُد تھا کہ وہ ضرور اسکی تردید کرتے حالانکہ نہیں کی۔ وہ کیوں کرتے۔ کیا اسمٰعیل کی برکت کا ظہور اُس نبی کے نکلنے سے ظاہر نہیں ہوتا تھا بلکہ وہ تو خود یعنے حضرت مسیح **اُس نبی** (محمّد الرسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم) کے **مبشّر** تھے جیساکہ بیان آیندہ سے ناظرین پر ظاہر ہوجاوے گا۔

کیا یہہ بات عقل میں آسکتی ہے کہ خداوند تعالیٰ دو قوموں سے وعدہ برکت اور برومندی کا کرے۔ اور پھر ایک قوم کو اپنے وعدہ کے موافق برکت دے اور اُس میں یعقوب اور یوسف اور موسیٰ اور عیسیٰ جیسے نبی مبعوث فرماوے۔ اور دوسری قوم کو بخلاف وعدہ برکت اور برومندی کے بغیر نبی ایک مغضوب اور مقہور قوم کی طرح متروک کردے۔ حالانکہ دونوں کی برکت اور وعدہ یکسان ہو۔ جائے غور اور تامل ہے کہ بخیال عیسائی صاحبوں کے اگر حضرت اسمٰعیل کی قوم میں سے کسی کو نبی نہ مانا جائے تو خدا کا وعدہ اسمٰعیل کے حق میں جو کہ توریت میں ہے وہ وفا نہیں ہوتا اور وہ بشارات متعلق حضرت اسمٰعیل کے جو کہ اوپر مذکور ہوچکی ہیں بالکل نکمّی اور ضائع جاتی ہیں۔ کیونکہ حضرت اسمٰعیل کی برکت اور برومندی کا ظہور جب تک ہم **اسلام** کو قبول نہ کریں نہیں ہوسکتا۔ غرض یہی **وہ نبی** ہیں جنکے حق میں حضرت موسےٰ ؑ نے کہا تھا کہ میری مانند ایک نبی خداوند تعالیٰ بنی اسرائیل

کے بھائیوں میں سے برپا کریگا۔اور یہی وہ نبی ہے جنکے حق میں یسعیاہ نبی نے کہا تھا کہ خداوند ایک جنگی بہادر کی مانند قیدار کی نسل سے نکلیگا یہی وہ نبی ہے جنکے حق میں حبقوق نبی نے کہا کہ میں نے اُسکو کھڑا ہوا دیکھا اور اُس نے قوموں کو لرزا دیا۔یہی وہ نبی ہے جسکے مبشر خود حضرت مسیح علیہ السلام ہیں جیساکہ کتاب یوحنا کے ۱۶ باب کی ۷۔آیت سے ۱۵۔آیت تک ہے۔لیکن میں تمہیں سچ کہتا ہوں کہ تمہارے لئے میرا جانا فائدہ مند ہے کیونکہ میں نہ جاؤں تو **فارقلیط** تم پاس نہ آوے گا۔پر میں اگر جاؤں تو میں اُسے تم پاس بھیجدوں گا اور وہ آن کر دُنیا کو گناہ سے اور راستی سے اور عدالت سے تقصیروار ٹھہراوے گا۔گناہ سے اسلئے کہ وہ مجھہ پر ایمان نہیں لاتے راستی سے اسلئے کہ میں اپنے باپ پاس جاتا ہوں اور تم مجھے پھر نہ دیکھو گے اور عدالت سے اسلئے کہ اس جہان کے سردار پر حکم کیا گیا ہے۔میری اور بھی بہت سی باتیں ہیں کہ میں تمہیں کہوں۔پر اب تم اُنکی برداشت نہیں کر سکتے۔لیکن جب **فارقلیط** آوے گا۔تو تمہیں ساری سچائی کی راہ بتاوے گا۔وہ اپنی نہ کہیگا لیکن وہ جو کچھ سُنیگا سو کہیگا اور تمہیں آیندہ کی خبریں دے گا وہ میری بزرگی کرے گا اسلئے کہ وہ میری چیزوں سے پاوے گا اور تمہیں دکھاویگا۔ناظرین کو واضح رہے کہ اگرچہ عیسائیوں نے اس عبارت کو نہایت خلط ملط کر دیا ہے لیکن مسلمان کا مطلب پھر بھی نہیں بگڑتا۔اس پیشنگوئی کو ہمارے علمائے اسلام نے بہت عمدہ دلایل اور براہین قاطعہ سے حضرت **محمد الرسول اللہ** صلعم پر جمایا ہے۔شایقین کتب مفصلہ ذیل ملاحظہ فرماویں۔

(۱) رسالہ حمایت الاسلام مصنفہ گاڈفری ہینگنس صاحب

(۲) خطبات احمدیہ مصنفہ انریبل سر سید احمد خاں صاحب بہادر

یہاں پر ہم بھی چند دلائل **فارقلیط** کے بارے میں لکھنا چاہتے ہیں۔سر ولیم میور صاحب تواریخ محمدی جلد اول صفحہ ۱۷ میں تحریر فرماتے ہیں کہ یوحنا کی انجیل کا ترجمہ جو ابتدا میں

عبری زبان میں ہوا تہا اس میں اس لفظ **فارقلیط** کا ترجمہ **احمد** ہے۔اب یہہ
مضمون انجیل کا اور قرآن مجید کا ٹہیک مطابق ہے کما قال اللہ تعالیٰ واذ قال
عیسیٰ ابن مریم یبنی اسرائیل انی رسول اللہ علیکم مصدق لما بین یدی من التورات
ومبشراً برسول یاتی من بعد اسمہ احمد ترجمہ جس وقت کہا عیسے بیٹے مریم نے
اے بنی اسرائیل تحقیق میں رسول ہوں اللہ کا تم پر سچا کرنے والا اسکو جو آگے میں توریت
سے اور بشارت دینے والا ساتھ ایک رسول کے کہ آوے گا بعد میرے نام اسکا ہے احمد۔
عیسائی لوگ جو اس خبر کو **روح القدس** کے حق میں بتلاتے ہیں یہہ دلیل انکی
محض بے بنیاد ہے۔

اوّل۔یہہ کہ روح القدس تو حضرت عیسیٰ کے زمانہ میں حواریوں پر کئی دفعہ نازل ہو چکا
تہا چنانچہ انجیل یوحنا کے ۲۰ باب کی ۲۲ آیت میں ہے اُس نے یہہ کہکر اُن پر پہونکا اور
کہا کہ تم روح القدس لیو جنکے گناہوں کو تم بخشوگے اُنکے گناہ بخشے جاتے ہیں جنہیں تم
نہ بخشوگے وہ نہ بخشے جاوینگے۔اب انجیل سے صاف ظاہر ہے کہ روح القدس حواریوں
کے زمانہ میں نازل ہوتا تہا اور حواری اس روح القدس سے فیضیاب ہو چکے تہے۔بلکہ
حضرت مسیح نے جاتے وقت بہی حواریوں کو روح القدس عنایت کیا۔پس یہہ خبر
روح القدس کے حق میں کیونکر ہو سکتی ہے۔

دوم۔یہہ کہ جو لفظ عبرانی میں حضرت عیسیٰ روح القدس کے حق میں بولا کرتے تہے
وہ لفظ یونانی میں پینوماٹاس ہیگیو تہا حالانکہ وہ لفظ یہاں مستعمل نہیں کیا۔بلکہ **فارقلیط**
کہا جسکے معنے **احمد** ہیں۔پس یہہ خبر روح القدس کے حق میں کیونکر ہو سکتی ہے۔

سوم۔حواریوں کا قاعدہ تہا کہ جب حضرت عیسیٰ کا فرمودہ پورا ہوتا تہا تو وہ فی الفور
کہدیتے تہے کہ حضرت عیسیٰ کا فرمودہ پورا ہوا۔چنانچہ جب وہ قبر میں سے جی اُٹھا تو نہیں
یاد آیا کہ اُس نے کہا تہا کہ وہ تیسرے دن مردوں میں سے جی اُٹھیگا حالانکہ بروقت

نزول روح القدس کے جو کہ حضرت عیسیٰ کے بعد اُنپر نازل ہوا تھا اُنھوں نے یہہ نہیں کہا کہ حضرت عیسیٰ کا فرمودہ پورا ہوا باوجود اسکے کہ حضرت عیسیٰ نے اُنکو نمایش کر دیا تھا کہ جب **فارقلیط** آوے تو میرے اِس کہنے کو یاد کیجو اُنھوں نے یاد نہیں کیا۔ بلکہ برعکس اسکے اُنھوں نے یوایل نبی کے فرمودہ کو یاد کیا تو ایسی حالت میں یہہ خبر روح القدس کے حق میں کیونکر ہو سکتی ہے۔ اور وہ جو عیسائی صاحبوں نے لوقا کے ۲۴ باب کی ۴۹ آیت کو اپنے مطلب میں لیلیا ہے۔ کہ اے حواریو تم یروشلم میں ٹھہرے رہو جب تک کہ تمکو قوت اوپر سے عطا نہ ہو۔ اس آیت کا مطلب عیسائی صاحب یہہ لیتے ہیں کہ یہہ اُس روح القدس کی خبر ہے جسکا ذکر یوحنا کے ۱۶ باب کی پہلی آیت میں ہے۔ لیکن یہہ مطلب عیسائی صاحبان کا تب ہو سکتا ہے کہ لوقا اُسکے ساتھ یہہ بھی فرماتے کہ وہ وعدہ جو مسیح نے کیا تھا پورا ہوا کیونکہ لوقا صاحب نے اپنی انجیل بعد نازل ہونے روح القدس کے جسنے حواریوں کو آتشین زبان سکھلائی تصنیف کی۔ پس ثابت ہوا کہ حواریوں کے نزدیک یہہ فارقلیط روح القدس کی خبر نہ تھی اور لوقا کے نزدیک روح القدس کا آنا زبانہائے آتشین میں حواریوں پر نازل ہونا (اگر وہ بعد اسکے نازل بھی ہوا ہو) اُس وعدہ کا پورا ہونا نہیں ہوتا کیونکہ اگر وہ ہوتا تو اُس وعدہ کے پورا ہونے کا ذکر وہ ضرور کرتے۔ پس ضرور ہے کہ یہہ وعدہ کسی اور شخص یعنے **محمد الرسول اللہ** صلعم کے مبعوث ہونے کا تھا۔ چنانچہ کئی شخصوں نے **فارقلیط** ہونے کا دعوی کیا ہے۔ لیکن جھوٹ کبھی چھپتا نہیں وہ جھوٹے ہوئے اور جسکے حق میں تھا اُسی کو اللہ پاک نے برکت دی۔

ہماری تمام تحریر بالا کا مضمون مطابقت کرتا ہے کلام الٰہی کی اس آیت کے ساتھ کما قال اللہ تعالی الذین یتبعون الرسول النبی الامی الذی یجدونہ مکتوبا عندھم فی التورات والانجیل یامرھم بالمعروف وینھٰھم عن المنکر (سورہ اعراف رکوع ۱۸)

ترجمہ کہا اللہ تعالےٰ نے وہ لوگ جو تابعداری کرتے ہیں رسول کی جو کہ اُمّی ہے پاتے ہیں اُسکو لکھا ہوا توریت اور انجیل میں امر کرتا ہے اُنکو ساتھ عدل کے اور منع کرتا ہے اُنکو منکر سے +انتہی۔ ہمارا خیال مختصرًا یہہ ہے کہ **اسلام** مثل ایک بڑی عمارت خداوندی کے ہے جسکی بنیاد ابتدائً حضرت ابراہیم اور حضرت اسمٰعیل علیہ السّلام نے رکھی اور دیگر تمام انبیاء نے اُس عمارت کا سامان مہیّا کیا اور **محمّد رسول اللہ** نے بالکلیہ اسکی تعمیر کی جسکو تقریبًا تیرہ سو برس سے زیادہ ہوچکے۔ لیکن اُسکی رفعت اور شان روز بروز افزوں ہے کیوں نہو سچّے خدا کی عمارت سچے نبی کی تعمیر کردہ ہے۔ ابدالاباد اُسکی ایسی ہی شان رہیگی بلکہ زیادہ ہوتی چلی جائیگی۔ یہود اور نصاریٰ نے یہی مضمون اور پیشین گوئیاں جو اوپر مذکور ہوئی ہیں اپنی کتابوں میں دیکھ کر ملک کنعان کو چھوڑ کر ملک عرب میں چلے گئے اور خصوصًا مکہ اور مدینہ منورہ کو گھیر لیا تھا کیونکہ وہ بذریعہ کتب مقدسہ کے **آنحضرت** صلعم کو جانتے تھے کہ عرب میں ضرور ایکدن برکت کا ستارہ طلوع ہوگا ورنہ محبت وطن کی سخت چیز ہے +اور خاصکر یہود جنکو اپنا ملک بہت عزیز تھا اسواسطے کہ تمام انبیاء سابقین انہیں کے ملک سے نکلے ہیں۔ ان اقوام یہود اور نصاریٰ کا اپنے عزیز ملک کو چھوڑ کر جہاں دودھ کی کثرت اور نہریں بہتی تہیں ترک کرکے ملک عرب میں جو نہایت گرم اور بنجر تھا آبسنا صاف دلیل اس بات کی ہے کہ وہ اسی ستارہ کی چمک اور طلوع کے منتظر تھے چنانچہ وہ طلوع ہوا اور آجتک اُسکی روشنی چمک رہی ہے اور ابدالاباد تک چمکیگی۔

یہاں پر ہم مناسب سمجھتے ہیں کہ عیسائیوں کے اُن دو اعتراضوں کا جواب بھی جو وہ اسلام پر کرتے ہیں اُنکی تردید کیجاوے۔ اور دیکھتے ہیں کہ یہہ اعتراض اُنکے کہاں تک سچ ہیں۔ وہ اعتراض یہہ ہیں۔ ایک **تثلیث** دوسرا **کفارہ** اور اُنکا خیال ان دو نو صورتوں میں یہہ ہے کہ اِن دو مسئلوں پر بنی آدم کی نجات کا مدار تھا اور نہیں

دونوں کو اسلام نے غلط کہا۔

ناظرین کو واضح رہے کہ توریت مقدس میں سچے اور جھوٹے کی شناخت میں خداوند نے چند آیتیں فرمائی ہیں جیسا کہ کتاب استثنار کے ۱۳ باب کی شروع آیات میں ہے۔

اگر تمہارے درمیان کوئی نبی یا خواب دکھلانے والا ظاہر ہو اور تمہیں کوئی نشان یا معجزہ دکھاوے اور اُس نشان یا معجزہ کے مطابق جو اُسنے تمہیں دکھایا بات واقع ہو اور وہ تمہیں کہے آؤ ہم غیر معبودوں کی جنہیں تم نے نہیں جانا پیروی کریں اور اُنکی بندگی کریں تو ہرگز اُس نبی یا خواب دکھانے والے کی بات پر کان مت دھرو کیونکہ خداوند تمہارا خدا تمہیں آزماتا ہے تاکہ دریافت کرے کہ تم خداوند اپنے خدا کو اپنے سارے دل اور ساری جان سے دوست رکھتے ہو کہ نہیں انتہی۔ اب ہمیں دیکھنا چاہئے۔ کہ جب محمد الرسول اللہ صلعم نے اپنی نبوت کا دعویٰ کیا تھا اور آپ کی نبوّت شائع ہوگئی تھی تو انہوں نے اپنی تعلیم مطابق کتب مقدسہ کے فرمائی یا اسکے برعکس۔ اسبارہ میں ہم چند دلایل قرآن مجید میں سے پیش کرتے ہیں۔ قرآن شریف کی آیت یہہ ہے۔ قُل یا اھل الکتاب تعالوا الی کلمات سواء بیننا و بینکم الا نعبد الا اللہ ترجمہ یعنے کہدے تو اے محمد اہل کتاب کو کہ آؤ طرف ایک کلمہ کے جو برابر ہے درمیان ہمارے اور درمیان تمہارے کلمہ یہہ ہے کہ نہ عبادت کریں مگر ایک اللہ کی۔ اب اس آیت سے پایا جاتا ہے کہ حضرت محمد صلعم نے یہود اور نصاریٰ کو اُس خدا کی طرف بلایا تھا۔ جس کو توریت مقدس میں کتاب خروج کے ۲۰ باب کی ۳ آیت میں اور کتاب استثنا کے ۵ باب کی ۷ آیت میں ہے کہ میرے لئے تیرے حضور دوسرا خدا نہو۔ اور یسعیاہ نبی کی کتاب کے ۴۵ باب کی ۱۵ آیت میں ہے۔ یقیناً تو ایک ہی خدا ہے۔ غرضیکہ جسکو تمام انبیائے سابقین وحدہ لاشریک مانتے آئے ہیں اُسی خدا کی طرف مسلمانوں کو حضرت محمد رسول اللہ نے رجوع کرایا اور حضرت عیسیٰ نبی نے بھی اُسی وحدہٗ لاشریک

کی تعلیم دی جیسا کہ مرقس کے ۱۲ باب کی ۲۹- آیت میں ہے کہ اے اسرائیل سُن وہ خداوند جو ہمارا خدا ہے ایک ہی خداوند ہے- اور یوحنا کے ۱۷ باب کی ۳- آیت سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت عیسیٰ نے توحید کی تعلیم دی بلکہ مدار نجات اسی توحید پر رکھا- وہ جو عیسائی کہتے ہیں کہ قرآن مجید پہلی کتابوں کے خلاف تعلیم دیتا ہے اور راہ نجات بالکل خلاف کتب سابقہ کے بتلاتا ہے اُنکا یہہ کہنا محض بے دلیل ہے کیونکہ قرآن مجید نے وہی راہ نجات بتلایا ہے جو تمام انبیاے سابقین نے بتلایا تھا اور وہ بڑا اصول یہہ تھا کہ تمام انبیاے سابقین کو خداوند نے اسی واسطے بھیجا تھا کہ وہ **توحید** کی تعلیم دیں اور حضرت **محمد** رسول اللہ صلعم نے اس مسئلہ توحید کو ایسے اعلان سے تعلیم کیا کہ تمام مذاہب متفق ہیں کہ جیسی تعلیم توحید مسلمانوں کے مذہب میں ہے اور کسی مذہب میں ایسی تعلیم پائی نہیں جاتی- ہمیں تحقیق ہے کہ حضرت عیسیٰ نے کسی وقت میں **تثلیث** کی تعلیم نہیں دی بلکہ اپنے معجزہ اور تعلیم کا سبب یہی فرماتے تھے کہ اے یہودیو میں تمہیں سچ کہتا ہوں کہ ابن آدم کو کچھ طاقت نہیں کہ کرے بلکہ وہ سب طاقت باپ سے پاتا ہے (یوحنا ۵ باب ۱۹- آیت)- اور یہہ جو بعض جگہ حضرت عیسیٰ نے فرمایا ہے کہ مجھ کو باپ سے سب کچھ سونپا گیا ہے- یا یہہ کہ باپ مجھ میں ہے یا میں باپ میں ہوں- ان آیات میں بھی تثلیث کا کوئی اشارہ نہیں نکلتا- اگر یہہ آیات تثلیث کی دلیلیں ہیں تو ایسی آیات اور نبیوں کے حق میں بھی ہیں جیسا کہ حضرت یرمیاہ نبی کی کتاب کے پہلے باب کی ۹- آیت میں ہے- حضرت یرمیا نبی فرماتے ہیں کہ خداوند نے مجھے فرمایا کہ دیکھ آج کے دن میں نے تجھے قوموں پر اور بادشاہوں پر مقرر کیا کہ اُکھاڑے اور ڈھاوے اور ہلاک کرے اور گرادیوے اور بنادے اور لگادے- اور حضرت موسیٰ کو خداوند تعالےٰ نے جیسا کہ کتاب خروج کے ۷ باب کی اول آیت میں ہے کہا دیکھ میں نے فرعون کے لئے تجھے خدا سا بنایا اور تیرا بھائی ہارون تیرا پیغمبر ہوگا

حضرت عیسیٰؑ نے جہاں یہہ فرمایا ہے کہ خدا مجھہ میں اور میں باپ میں ہوں وہاں یہہ بھی اسکے ساتھہ فرمادیا ہے کہ تم بھی اگر اچھے کام کروگے ایسے ہو جاؤگے غرضکہ حضرت عیسیٰ یہہ کلمہ تخصیصی نہیں فرماتے تھے بلکہ عام طور پر کہتے تھے۔ ہاں اگر حضرت محمد الرسول اللہ صلعم اُس تعلیم کے برعکس تعلیم دیتے جو کہ تمام انبیائے علیہم السلام نے تعلیم دی تھی اور خلاف توحید کے کچھہ فرماتے تو البتہ معترض کا یہہ اعتراض پذیرائی کے لایق تھا حالانکہ اُنہوں نے بڑے اعلان سے آوازہ **وحدہ لاشریک لہٗ** بلند فرمایا اور اللہ پاک کا وہ حکم کہ جو اُس نے اپنے پاک رسولوں کی معرفت آگے سے فرمایا تھا کہ تمام قومیں میری توحید مانینگی اب اُسکا ظہور ہے کہ ہر مذہب والے اِس توحید کو تسلیم کرتے ہیں دیکھو برہمو سماج اور آریہ لوگ کس طرح توحید کے قایل ہیں اور آیندہ خداوند کریم سے امید قوی ہے کہ تمام تعلیم یافتہ قومیں توحید کو قبول کرینگی جو عین عقل سلیم کے مطابق مسئلہ ہے۔ خداوند تعالےٰ نے کسی نبی کو تثلیث کے قایل اور قبول کرنے کی بات اشارہ تک بھی نہیں کیا اور نہ کسی نبی نے اپنے پیروؤں کو اپنی تعلیم میں یہہ ارشاد فرمایا کہ توحید فی التثلیث اور تثلیث فی التوحید ہے بلکہ برعکس اسکے تمام انبیاء علیہم السلام حضرت مسیح تک یہہ ارشاد فرماتے تھے اور اسی میں ہمیشہ کی زندگی بتلاتے تھے کہ خدا کو صرف اکیلا جانو مرقس ۱۲ باب ۲۹ آیت یوحنا ۱۷ باب ۳ آیت۔ اگر یہہ عقیدہ تثلیث جسکو عیسائی معتقد ہیں اور اپنی نجات کا انحصار اسی پر رکھتے ہیں صحیح ہے تو کیوں خداوند تعالےٰ نے اپنی حقیقی نجات مسئلہ تثلیث کے معما اور چیستان پہیلی کو کسی نبی پر ظاہر نہ کیا۔ اور نہ کسی نبی نے اپنی تعلیم میں اِس مسئلہ تثلیث کو جسکے وسیلہ سے تمام بنی آدم کی نجات تھی وقتاً فوقتاً تعلیم نہیں دی؟ کیا خداوند تعالےٰ نے اپنی حقیقی نجات مسئلہ تثلیث کے آشکارا اور اظہار کرنے سے چشم پوشی کی کہ ایسا نہ ہو کہ کوئی آدمی نجات پاوے۔ خداوند تعالےٰ نے جو اصول نجات بنی آدم کے واسطے شروع سے مقرر فرمایا تھا وہ یہی تھا کہ خداوند کی

یعنی توحید در تثلیث اور تثلیث در توحید (مسیحی)

توحید کو مانو اور اسکو واحد مطلق جانو۔ تمام کُتب الٰہی عہد عتیق اور عہد جدید اس تعلیم سے مالامال ہیں اور ان کتب میں ایسا کوئی مقام نہیں جسمیں تثلیث کا اشارہ بھی کیا گیا ہو۔ اور وہ جو عیسائی صاحبان کتاب پیدایش کے ۳ باب کی ۲۲ آیت سے تثلیث ثابت کرتے ہیں وہ آیت ہم یہاں ناظرین کے ملاحظہ کے واسطے نقل کرتے ہیں وہ آیت یہہ ہے۔ دیکھو انسان نیک و بد کی پہچان میں ہم میں سے ایک کی مانند ہو گیا انتہی۔ اسکا مطلب اسکے آگے کی آیات سے ظاہر ہے کہ خداوند تعالی نے فرشتوں کو کہا کہ دیکھو انسان نیک و بد کی پہچان میں ہم میں سے ایک کی مانند ہو گیا کیونکہ بر وقت فرمانے اس حکم کے فرشتے وہاں موجود تھے یہہ فرمانا اسلئے تھا کہ درخت حیات کی نگہبانی کریں چنانچہ بموجب حکم کے اُنھوں نے کی اور یہہ شمولیت خداوند تعالے کی فرشتوں سے بسبب نہ ہونے بنی آدم کے تھی اور یہہ فرشتے خداوند کے بیٹے کہلاتے تھے۔ دیکھو کتاب پیدایش ۶ باب کی ۴ آیت۔ اور جب بنی آدم پھیل گئے تو اُسوقت اُنکو بھی بیٹے کے نام سے موسوم کیا۔ خروج باب ۴-۲۲ آیت۔ اگر مسلمان توحید کے ماننے سے جسکی تعلیم کی بابت تمام انبیائے سابقین اپنے پر فرض جانکر بڑے زور شور اور واضح طور سے تعلیم دیتے چلے آئے ہیں اور تثلیث کے نہ ماننے سے جسکی تعلیم کی بابت کسی نے انبیاے سابقین سے اشارہ بھی نہیں کیا دوزخ میں ڈالے جائینگے تو میں کہتا ہوں بموجب عقاید عیسائیوں کے تمام بنی آدم مع انبیا ایک تن بھی نجات نہ پائیگا اور اس طرح کی تعلیم اور عدالت خداوند تعالیٰ کی شان منزہ سے بعید ہے کیونکہ جس صورت میں تمام اصول نجات توحید تھے اور تمام نبی آخر تک اسی توحید کی تعلیم فرماتے رہے اور خداوند تعالیٰ پھر اسی توحید کے بارے میں یہہ فرماویں کہ توحید میں نجات نہیں نجات تثلیث میں ہے جو کہ توحید کی ضد ہے تو ایسی توحید فرمانا اُس اصدق الصادقین کی شان منزہ سے بعید ہے۔ بلکہ ایسی تعلیم دینے والے کو کتب مقدسہ میں کفر کا فتوی دیا بلکہ ایسے شخص کو حکم ہے کہ

تمام جماعت اُسکو قتل کرے خواہ وہ مسافر یا دیسی ہو (کتاب احبار ۲۴ باب ۱۶- آیت) - اور انجیل میں کسی مقام پر تثلیث کا اشارہ بھی نہیں پایا جاتا اور جن آیات سے عیسائی صاحبان تثلیث کا اثبات دیتے ہیں مثلاً بیٹے کی اور باپ کی تو ان باتوں سے تثلیث ثابت نہیں ہوتی کیونکہ اور نبیوں کے حق میں بھی فرمایا گیا ہے اور اُنکے علمائے نے اِن آیات کو جعلی قرار دیا ہے - بھلا یہہ ہو سکتا ہے کہ حضرت عیسیٰؑ اپنی زبان مبارک سے ہمیشہ یہہ ارشاد فرماتے رہیں کہ مجھے نیک مت کہو اور اپنے اوپر نیک کا لفظ کہنا بُرا جانیں (متی ۱۹ باب کی ۱۷- آیت) تو پھر برعکس اِسکے یہہ ارشاد فرماویں کہ مجھکو خدا کہو اور جو مجھے خدا نہ مانے گا وہ جہنم میں ڈالا جاویگا - ایسا فرمانا حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کی شان عظمت سے بعید ہے کہ ایک وقت کچھ فرماویں اور دوسرے وقت کچھ ارشاد کریں میرے نزدیک یہہ بات بہتر ہے کہ اس مسئلہ کا تصفیہ اس صورت سے ہو کہ مسلمان اور عیسائی میدان میں مباہلہ کریں - کیا خوب ہوتا کہ اگر پیغمبر خدا کے وقت یہہ مسئلہ بذریعہ مباہلہ کے طے ہوتا اور اب تک اس مسئلہ کی بو بھی پائی نہ جاتی - مگر اُسوقت عیسائی لوگوں نے گریز اختیار کی غرضکہ تثلیث کی خبر انبیاء سابقین موسیٰ و حضرت عیسیٰ کے یہانتک کسی کو نہ تھی - عیسائی لوگ اپنے زعم اور اپنے عقیدہ میں یہہ سمجھے ہوئے ہیں کہ حضرت مسیحؑ بہ سبب دعویٰ کرنے خدائی کے مقتول ہوئے - لیکن یہہ سمجھنا اُنکا صاف اُنکی بے خبری پر دلالت کرتا ہے کیونکہ انجیل میں ایسا دعویٰ کرنا بالکل معنی نہیں دیتا - ناظرین کے ملاحظہ کے لئے وہ مقام جسمیں حضرت مسیحؑ اور یہود کی گفتگو ہوئی تھی یہاں نقل کرتے ہیں تاکہ ناظرین کو ظاہر ہو جائے کہ حضرت عیسیٰ نے کیا دعویٰ خدائی کیا تھا ؟ یا دعویٰ خدائی کے سمجھنے والوں کی اُنہوں نے غلطی ثابت کی وہ مقام یہہ ہے جیسا کہ یوحنا کے

---

۱۰ باب کی ۳۲- آیت سے ۳۶- آیت تک ہے - یسوعؑ نے انہیں جواب دیا کہ میں نے اپنے باپ

کے بہت سے اچھے کام کئے ہیں تم مجھے کس بات کے لئے پتھراؤ گے - یہودیوں نے اُسے

جواب دیا اور کہا کہ ہم تمہیں اچھے کام کے لئے نہیں بلکہ اسلئے پتھراو کرتے ہیں کہ تو کفر کہتا ہے اور انسان ہو کے اپنے تئیں خدا بناتا ہے یسوع نے جواب دیا کہ تمہاری شریعت میں یہہ نہیں لکھا کہ میں نے کہا تم خدا ہو جبکہ اس نے انہیں جنکے پاس خدا کا کلام آیا خدا کہا اور ممکن نہیں کہ کتاب باطل ہو۔ انتہی

اب ناظرین کو ان آیات مذکورہ بالا کی طرف خوب غور سے دیکھنا چاہئے کہ حضرت مسیحؑ نے دعویٰ خدائی کہاں کیا۔ بلکہ اُنہوں نے یہود کی کم فہمیدگی اور کم عقلی پر اعتراض کر کے پاک نوشتہ پیش کیا اور انکو سمجھا دیا کہ میرا خدا کہنا اسی طرح سے ہے جیسا کہ اس نوشتہ مذکور میں ہے۔ اس نوشتہ کا اشارہ ۸۲ زبور ۶ آیت کیطرف ہے۔ اور اس زبور مذکورہ کا تمام باب حاکموں کے حق میں ہے۔ یعنے اس زبور مذکورہ میں حضرت داؤد نے حاکموں کو **خدا** کہا ہے اور **پیلاطوس** حاکم نے بھی مسیحؑ کو بے قصور ٹھہرایا جیسا کہ یوحنا کے ۱۸ باب کی ۳۸ آیت سے ظاہر ہے۔ اگر مسیحؑ نے دعویٰ خدائی کیا ہوا ہوتا تو پیلاطوس حضرت مسیحؑ کو بیگناہ اور بے قصور نہ ٹھہراتا۔ کیونکہ یہود مکار اور بیدین نے حضرت عیسیٰؑ کو پلاطوس کے پاس اسلئے سپرد کیا تھا کہ اُس نے دعویٰ خدائی کیا ہے۔ اگر حضرت عیسیٰؑ کا دعویٰ خدائی کا درست ہوتا تو پیلاطوس کی عدالت سے یہہ فیصلہ نہوتا کہ حضرت عیسیٰؑ بے قصور اور بے گناہ ہیں جب اِس مکاری اور فریب سے یہود بے دین کا داؤ نہ چلا تو اُنہوں نے ایک دوسرا الزام حضرت عیسیٰؑ پر قایم کر دیا وہ یہہ ہے کہ "یہہ کہتا ہے کہ مَیں یہود کا بادشاہ ہوں حالانکہ قیصر کے سوا ہمارا کوئی بادشاہ نہیں" یہہ الزام یہود کا حضرت عیسیٰؑ پر قایم کرنا اس غرض سے تھا کہ حاکم پیلاطوس حضرت عیسیٰؑ پر غضبناک ہو اور غصہ ہو اور اگر اُسے قتل نہ کرنا ہو اور تکلیف نہ دینی ہو تو بھی تکلیف دے اور قتل کرے کیونکہ وہ اُسوقت کا بادشاہ تھا ورنہ وہ یہود کے اُن پر الزام لگانے کی کچھ بھی پروانہ کرتا اور نہ حضرت عیسیٰؑ کے قتل کا فتویٰ دیتا کیونکہ وہ اپنی عدالت میں یہہ فیصلہ کر چکا تھا کہ حضرت عیسیٰؑ بیگناہ اور بے قصو

ہیں۔ علاوہ بریں حضرت عیسی علیہ السلام نے اپنی عبودیت اور توحید الٰہی کو بہت واضح طور پر بیان فرمایا ہے جیسا کہ یوحنا کے ۲۰ باب کی ۱۷ آیت میں ہے۔

یسوع نے کہا مجھے مت چھو کیونکہ میں ہنوز اوپر اپنے باپ کے پاس نہیں گیا۔ پر میرے

بھائیوں کے پاس جا اور انہیں کہو کہ میں اوپر اپنے باپ اور تمہارے باپ پاس اور اپنے خدا اور تمہارے خدا پاس جاتا ہوں۔ اب اس آیت مذکورہ میں کوئی جائے شک نہیں کیونکہ حضرت عیسیٰ نے بہت صاف طور پر فرما دیا کہ میرا اور تمہارا خدا ایک ہی ہے اور میرا اور تمہارا باپ بھی ایک ہی ہے یعنے جیسے تم انسان ہو ویسا میں بھی ہوں۔ اور یہہ داہنے ہاتھ خدا کے بیٹھنا یہہ جملہ بھی ویسا ہی ہے جیسا کہ توریت اور زبور میں اکثر موقعہ پر آیا ہے کہ خدا کا داہنا ہاتھ جنگ کرتا ہے اور خدا میرے داہنے ہاتھ ہے۔ یہہ جملات تعظیمی اور تفضیلی ہیں۔ اگر عیسائیوں کے ظنی اور وہمی اعتقاد کے بموجب یہہ مان لیں کہ حضرت عیسیٰ نے دعوی خدائی کا کیا تھا تو ایسے دعوی کرنے والے کے حق میں سزا توریت مقدس کی کتاب احبار کے ۲۴ باب ۱۴ آیت میں اس طرح لکھی ہے کہ اسکو تمام جماعت ملکر پتھر ماریں۔ اگر توریت مقدس خدا کی کلام ہے اور یہہ احکام بھی خدا کی طرف سے تھے تو انصاف کی نظر سے دیکھنا چاہئے کہ حضرت عیسیٰ کیونکر احکام الٰہی کے تخالف کرتے بھلا خدا جو اپنی ذات میں اصدق الصادقین ہے وہ آپ ہی ایک وقت فرماوے کہ جو کوئی دعوی خدائی کرے وہ کافر ہے اور وہ قتل کے لائق ہے۔ پھر وہ دوسرے وقت میں اپنے پہلے احکام کے تخالف کرے ہرگز ہرگز نہیں بلکہ اسکی شان منزہ سے بعید ہے عیسائی بھی یہود کی طرح نخواہ حضرت عیسیٰ کو مقر الوہیت بناتے ہیں حالانکہ وہ اس جرم سے بری ہو چکے ہیں۔ جیسا کہ یوحنا کے ۱۸ باب کی ۳۸ آیت میں ہے۔ اور یہہ یہود کی عادت تھی کہ خواہ نخواہ کوئی الزام حضرت عیسیٰ پر قایم کر دیتے تھے جیسا کہ یوحنا کے دوسرے

باب کی ۲۰ آیت میں ہے۔ تب یہودیوں نے کہا کہ ۴۶ برس کی یہہ ہیکل بن رہی ہے

تو تین دن میں اسے کھڑا کرے گا ۔ حالانکہ کتاب سلاطین اول کے ۶ باب کی ۳۸ آیت سے ظاہر ہوتا ہے کہ ہیکل کل سات برس کے عرصہ میں تیار ہو گئی تھی یہہ الزام اور یہہ فتویٰ یہود مکار اور بیدین کے محض انکی بے دینی اور ہٹ دھرمی کے باعث سے ہے اگر عیسائیوں کے عقیدہ کے بموجب تثلیث کو تسلیم کریں تو خدا اصدق الصادقین کے عہد اور تعلیم میں بڑا انقلاب لازم آتا ہے کیونکہ خداوند تعالیٰ نے اپنے تمام احکام میں توحید کو ہی مقدم رکھا ہے ۔ دیکھو دس احکام میں بھی توحید کا حکم مقدم ہے اور تثلیث کا اشارہ تک بھی نہیں کیا بلکہ ایسے عقیدہ رکھنے والے پر توریت مقدس میں کفر کا فتویٰ ہے ۔ نہیں معلوم کہ عیسائی اسکا کیا جواب دینگے ۔ عیسائی ناحق وہمی اور قیاسی عقیدہ تثلیث کو اپنے دل میں جگہ دیکر حقیقت توحید ترک کر بیٹھے ہیں اور ایسا ہی اسمعیلؑ کی برکت کا بھی کچھ خیال نہیں کرتے ۔ سچ کہا ہے اللہ تعالےٰ نے اپنے قرآن مجید میں فنسوا حظا مما ذکروا بہ[لہ] ترجمہ اہل کتاب نے ایک حصّہ کو کہ ساتھ اسکے نصیحت کی گئی تھی بھول گئے ۔ وہ نصیحت کیا تھی وہ یہہ کہ اسمعیلؑ کی برکت جو مراد محمدؐ الرسول اللہ ہیں انکو تسلیم کریں ۔ اور ایسا ہی **کفارہ** کا حال ہے ۔ اس کفارہ کی خبر نہ آدمؑ کو تھی اور نہ حضرت ابراہیمؑ کو نہ حضرت اسحاقؑ کو اور نہ حضرت اسمعیلؑ کو نہ حضرت نوحؑ کو نہ حضرت داؤدؑ کو نہ حضرت مسیحؑ کو کیونکہ انبیائے مذکورہ کی کتب مقدسہ سے ایک جگہ بھی کفارہ کی تعلیم اور مسیح کی صلیب کشی کی تعلیم پائی نہیں جاتی ظاہر تو ایک طرف اشارہ بھی نہیں دیکھتے اور وہ جو حواریوں نے حضرت عیسیٰؑ کے صلیب کے متعلق بعض آیات کو زبور اور کتاب ذکریاہ سے اخذ کرکے حضرت عیسیٰؑ پر جمائی ہیں اور انکو پیشین گوئیاں قرار دیا ہے ان آیات کو حضرت عیسیٰؑ سے کچھ تعلق نہیں ہے ۔ وہ خود انہیں انبیاء کے حق میں ہے ۔

اب ہم اناجیل کے ان مقامات کی تفصیل ذیل میں درج کرتے ہیں جنمیں مصنفان

لہ سورہ مائدہ ع ۳

اناجیل نے اپنی سادگی کی بدولت اور نبیوں کی پیشین گوئیاں اور گذرے ہوئے حالات کو جو اُنپر گذر چکے ہیں یا اُنہوں نے خاص اپنی نسبت یا اور کسی کی نسبت بطور پیشین گوئی بیان کیا ہے اُنکو حواریوں نے اپنی سمجھ کے موافق حضرت عیسیٰؑ پر قایم کیا ہے اگرچہ تمام پیشینگوئیوں کا ذکر ہمارے رسالہ **صادق التحقیق** میں خوب بیان کیا گیا ہے اور جو حضرات ناظرین کے ملاحظہ سے گزرے گا...... لیکن یہاں پر بہتر سمجھا جاتا ہے کہ بعض پیشین گوئیاں جو **صلیب** کے متعلق حواریوں نے درج کی ہیں اُنکا ذکر بیان کیا جاوے۔ یوحنا کی انجیل ۱۹۔ باب کی ۲۸۔ آیت میں ہے۔ بعد اسکے یسوع نے جانا کہ اب سب باتیں پوری ہو چکی ہیں یہہ کہا کہ نوشتہ پورا ہوئے کہ میں پیاسا ہوں یہہ اشارہ کہ نوشتہ پورا ہو ۶۹ زبور کی ۲۱۔ آیت کی طرف ہے لیکن اس تمام زبور میں حضرت داؤد اپنے دشمنوں کی شکایت کرتے ہیں۔ اس آیت سے حضرت عیسیٰؑ کو کچھ تعلق نہیں ہے در اصل حضرت داؤد اپنے دشمنوں کی شکایت کرتے ہوئے یہانتک آئے ہیں وہ آیت یہہ ہے کہ اُنہوں نے میرے کہانے کو پت دیا اور میری پیاس بجہانے کو سرکہ پلایا۔ حضرت یوحنا نے ناحق اس آیت کو حضرت عیسیٰؑ پر جمایا ہے۔ دوم یوحنا کی انجیل کے ۱۹ باب کی ۳۶۔ آیت میں لکھا ہے۔ کیونکہ یہہ باتیں ہوئی کہ نوشتہ پورا ہوئے کہ اُسکی کوئی ہڈی توڑی نہ جائیگی۔ یہہ اشارہ کہ پورا ہو کتاب خروج کی ۱۲ باب کی ۴۶۔ آیت کی طرف ہے۔ لیکن ناظرین کو واضح رہے کہ اس خروج کی مذکورہ آیت میں حضرت عیسیٰ کی ٹانگ کا ذکر نہیں۔ بلکہ وہ عید فسح کی بکری کا ذکر ہے کہ اُسکی ہڈی توڑی نہ جاوے۔ اگر عیسائی یہہ کہیں کہ یہہ عید فسح کی رسم حضرت عیسیٰؑ کی قربانی کا ایک نشان اور نمونہ تہا تو ہم کہتے ہیں کہ حضرت عیسیٰؑ جو عید فسح کرتے تھے جیسا کہ انجیل پڑھنے سے ظاہر ہے۔ بلکہ آخری وقت میں یہہ ہی فرمایا کہ یہہ عید فسح ہیں تم سے کہاؤں تو وہ کس کا نمونہ تہا۔ حضرت یوحنا نے اس آیت کو حضرت عیسیٰ پر ناحق جمایا۔ سوم یوحنا کے

۱۹ باب کی ۲۴-آیت میں لکھا ہے- اسلئے انہوں نے آپس میں کہا کہ ہم اُسے نہ پھاڑیں بلکہ
اُسپر چھٹی ڈالیں کہ یہہ کسکا ہوگا یہہ اسلئے ہوا کہ نوشتہ جو کہتا ہے کہ انہوں نے میری پوشاک
بانٹ لی اور میرے کرتہ کے لئے چھٹیاں ڈالیں پورا ہوئے یہہ اشارہ زبور کی ۲۲ باب کی ۱۸-آیت کی طرف
ہے- لیکن ناظرین کو واضح ہو کہ اس آیت کو حضرت عیسیٰؑ کے کپڑوں کے ساتھ کچھ بھی
تعلق نہیں وہ تو حضرت داؤد اپنے دشمنوں کی شکایت کرتے ہیں اور یہہ تمام زبور مذکورہ
اُنکے دشمنوں کی شکایت میں ہے اور وہ گویا در اصل یہہ ہے کہ وہ میرے کپڑے آپس میں
بانٹتے ہیں اور میرے لباس پر قرعہ ڈالتے ہیں- حضرت یوحنّا نے ناحق اس آیت کو عیسیٰؑ
پر جمایا- چہارم یوحنّا کے ۱۹ باب کی ۳۷-آیت میں لکھا ہے- پھر دوسرا نوشتہ اس مضمون
کا ہے کہ وے جسے انہوں نے چھیدا ہے نظر کرینگے- یہہ اشارہ ذکریاہ کے ۱۲- باب کی ۱۰
آیت کی طرف ہے- لیکن ناظرین کو واضح رہے کہ اس تمام باب میں خداوند تعالیٰ نے اپنی
مہربانیوں کا ذکر فرمایا ہے اور اس آیت میں بنی اسرائیل کی ناشکری کا ذکر ہے حضرت یوحنّا نے
ناحق عیسیٰؑ پر جمایا ہے- پنجم متی کے ۲۷ باب کے ۵-آیت میں ہے کہ یہودا تیس روپے
سردار کاہنوں کے پاس واپس لایا- اور اس باب مذکورہ کی ۹-آیت میں ہے- تب وہ
جو یرمیاہ نبی کی معرفت کہا گیا تھا پورا ہوا- یرمیاہ کی کسی کتاب کے باب سے نہیں ملتا
ہاں ذکریاہ کے ۱۱ باب کی ۱۲-آیت میں ہے- لیکن اس مضمون اور اُس مضمون میں زمین
اور آسمان کا فرق ہے- وہ آیت یہہ ہے- میں نے انہیں کہا کہ اگر تمہاری نظر میں بھلا
لگے تو میری قیمت مجھے دو اور نہیں تو مت دو اور انہوں نے میرے مول کی بابت
تیس روپے تولکر دیئے خداوند نے مجھے حکم دیا کہ اُسے کمہار کے پاس پھینکدے-
اُس اچھی قیمت کو جو اُنہوں نے میری ٹھہرائی تھی اور میں نے اُن تیس روپے کو لیا اور
خداوند کے گھر میں کمہار کے لئے پھینکدیا- اول ہمکو اس ترجمہ پر کلام ہے کیونکہ جس لفظ
کے معنے مترجموں نے کمہار کے لئے ہیں وہ لفظ در اصل عبرانی میں یوصیر ہے اور یوصیر

کے معنے خالق کے ہیں چنانچہ یہاں مراد خداوند تعالیٰ ہے۔اس ذکریا والی آیات کو یہودا
کے معاملہ سے کچھ تعلق نہیں۔کیونکہ حضرت ذکریا کی قیمت کو خداوند تعالےٰ نے مقبول
اور اچھی قیمت کہا ہے اور یہودا کی قیمت کو تو سردار کاہنوں نے بھی قبول نہیں کیا۔حضرت
متی نے ان آیات کو حضرت عیسیٰؑ پر ناحق جمایا۔چند مفسرین نے اسے آیت جعلی لکھا ہے
بسبب خوف طوالت کے اسی پر اکتفا کیا۔ناظرین اور پیشین گوئیوں پر بھی اسی طرح
قیاس کریں۔ان پیشین گوئیوں کا مفصل ذکر ہمارے دوسرے رسالہ صادق التحقیق
میں آوے گا۔ علاوہ اسکے یسعیاہ کے ۵۳ باب کو عیسائی لوگ حضرت عیسیٰؑ کے
حق میں ناحق طور سے قایم کرتے ہیں حالانکہ مصنفانِ اناجیل نے اسکو اپنی تصنیعات
میں نہیں لیا۔اب ہم اُس ۵۳ باب کی کچھ تفصیل کرتے ہیں کہ یہہ کسکے حق میں ہے۔
واضح ہو کہ یہہ باب حضرت یرمیاہ نبی کی تکلیف کے باب میں ہے۔حضرت یسعیاہ
نبی اس باب کی آٹھویں آیت میں فرماتے ہیں۔میرے گروہ کے گُناہوں کے سبب اُسپر
مار پڑی۔حضرت یرمیاہ نبی کی کتاب کے پڑھنے سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت یرمیاہ نبی کو
اپنی قوم بنی اسرائیل کے ہاتھ سے (جو اسیری میں گئی تھی) نہایت تکلیف ہوئی یہانتک کہ
اُنہوں نے اپنی تکلیف پر ایک نوحہ لکھا جو نوحہ یرمیاہ سے موسوم ہے۔اور اس باب کی ۱۰۔
آیت میں ہے۔کہ "وہ اپنی نسل کو دیکھیگا"۔اب یہہ امر تو صاف ہے اور مسلم طرفین ہے۔کہ
حضرت عیسیٰؑ نے شادی نہیں کی اور جب اُنہوں نے شادی نہیں کی تو وہ نسل اپنی کیا
دیکھ سکتے تھے۔اور دوسری جگہ اس باب کی ۱۲۔آیت میں ہے کہ "وہ لوٹ کا مال زور آوروں
کے ساتھ بانٹ لیگا" مگر حضرت عیسیٰ نہ کوئی لڑائی لڑے اور نہ لوٹ کا مال زور آوروں کے
ساتھ بانٹا۔غرضکہ اس کفارہ کی خبر کسی نبی کو نہ نوح کو نہ اسحٰق کو نہ یعقوب نہ حضرت عیسیٰؑ
کو تھی اور حضرت عیسیٰؑ نے جہاں مدار نجات بتایا ہے وہاں اس کفارہ کا کچھ بھی ذکر نہیں کیا
نہایت تعجب کا مقام ہے کہ جن دو اصولوں پر بنی آدم کی نجات کا مدار ہو اسکی نسبت خدا کے

رسول جو اس کام کے واسطے آئے تھے کسی مقام پر ذکر نہیں فرما گئے اور نہایت افسوس کی بات ہے کہ یہی دو اصول باعث نجات قرار دیئے گئے ہیں اور نہیں دو اصولوں کی کسی نبی کو خبر نہ ہو جو خاص اسی راہ نجات کے دکھلانے کے واسطے آئے تھے اور اپنی تمام عمر راہ خدا میں صرف کرتے رہے یہاں پر اس اعتراض کا جواب بھی دیا جانا مناسب سمجھتا ہوں جو بعض **عیسائیوں** نے اپنی تصنیفات میں **نسب نامہ** کے بارہ میں اعتراض کیے ہیں کہ حضرت **محمد** صلعم کا نسب نامہ حضرت اسمعیل تک ضرور مسلمانوں کو ثابت کرنا چاہیے۔ اسلئے اب میں انکے جواب میں لکھتا ہوں کہ اگر نسب نامہ کا ہونا دلیل برسالت ہے تو پہلے عیسائی صاحبوں کو حضرت **مریم**ؑ کا سلسلہ نسل حضرت داودؑ تک ثابت کرنا چاہیئے اور نہ مصنفان اناجیل حضرت مریم کا سلسلہ نسل حضرت داود تک اپنی تصنیفات میں لیا ہے اور وہ مصنفان اناجیل نے یوسف یعنے باپ سے لیا ہے وہ بالکل ایک دوسرے کے متناقض اور ایک دوسرے کے برخلاف ہے اور ایسا برخلاف ہے کہ اگر ایک کے بیان کو صحیح قرار دیں تو دوسرے کے بیان کو اسکے برخلاف کہنا پڑتا ہے ناظرین کے ملاحظہ کے لئے وہ مقام یہاں نقل کر دیتے ہیں۔

حضرت متی کے اول باب کی ۶ آیت میں ہے کہ یسی سے داود بادشاہ پیدا ہوا اور داود سے سلیمان اور اسی باب کی ۱۲ آیت میں زروبابل کو اسی نسب یعنے سلیمان میں لیا ہے برعکس اسکے حضرت لوقا کے ۳ باب کی ۳۱ آیت میں ہے یسی سے داود بادشاہ پیدا ہوا اور داود سے ناتھن پیدا ہوا۔ اب ناظرین کو یہاں غور کرنا چاہیئے کہ حضرت متی نے حضرت مسیح کا نسب نامہ حضرت داود کے بیٹے حضرت سلیمان سے لیا ہے اور زروبابل کو بھی اسی نسب میں شامل کیا ہے۔ اور حضرت لوقا نے حضرت مسیح کا نسب نامہ حضرت داود کے بیٹے ناتھن سے لیا ہے اور زروبابل کو بھی اسی نسب میں شامل کیا ہے۔ کیا یہ ہو سکتا ہے کہ ایک شخص کا نسب دو شخصوں کے نسب میں چلا جاوے کہ حضرت مسیح

کا نسب نامہ ماں کی طرف سے تو کیا باپ کی طرف سے بھی ثابت نہیں ہوتا کیونکہ جنہوں نے نسب نامہ باپ کی طرف سے لکھا وہ بالکل ایک دوسرے کے متعارض ہے۔ افسوس کی بات ہے کہ عیسائی لوگ ایسے اعتراض بے ضرورت اور ایسے سوالات بے وجہ کہاں سے پیدا کرتے ہیں۔ یہہ نہیں کرتے کہ اول اپنی کتب کو ملاحظہ کریں کہ ہم جو ایسے سوال نکلے اور ترجیح کرینگے تو ہم پر بھی ایسے اعتراضات پیدا ہونگے اور ہم دوسروں کے جوابات دینے میں معذور ہونگے۔ ہر ایک دانا آدمی کا قاعدہ ہے کہ بروقت سوال کرنے کے اپنے سوال میں کوئی وجہ رکھ لیتا ہے اور پھر سوال کرتا ہے۔ ایسی صورت میں سوال بھی اسکو زیبا ہوتا ہے۔ اگر وہ سوال میں آگا پیچھا نہ دیکھے تو اسکا سوال لچریات میں شمار کیا جاتا ہے۔

اب میں اپنے مقصود الامر کو ختم کرکے خداوند تعالیٰ سے دعا برکت مانگتا ہوں کہ خداوند تعالیٰ میری اس محنت اور دلسوزی کو قبول فرماوے آمین۔ اور اپنے عیسائی دوستوں کی خدمت میں عاجزی سے عرض پرداز ہوں کہ اس رسالہ کو خوب غور سے ملاحظہ فرماکر اور نتیجہ پیدا کرکے حضرت اسمعیل ع کی برکت کو ہاتھ سے نہ دیں۔ ورنہ یاد رہے کہ ایک دن اس احکم الحاکمین کے روبرو ایستادہ ہونا ہے جہاں سوائے رونے اور دانت پیسنے کے اور کچھ چارہ نہیں۔ اور یہہ رونے اور دانت پیسنے کا پچھتاوا اس روز کچھ کام نہ دیگا۔

چوں نیاید بگوشِ رغبت کس — بر رسولاں بلاغ باشد و بس

اثباتِ نبوّت حضرتِ اسمعیل ع

عیسائی کہتے ہیں کہ حضرت اسمعیل ع کی نبوّت توریت مقدس سے ثابت نہیں ہوتی۔ مسلمان کہتے ہیں کہ حضرت اسمعیل ع کی نبوّت توریت مقدس سے ایسی ثابت ہوتی ہے جیسی کہ حضرت ابراہیم ع اور حضرت اسحاق ع اور حضرت یعقوب ع کی۔ چنانچہ تحقیق کرنے سے دلائل نبوّت معلوم

ہوتے ہیں۔ وہ یہہ ہیں۔ کتاب پیدایش کے ۱۵ باب کی پہلی آیت سے ظاہر ہوتا ہے کہ خدا ابرہیمؑ کے ساتھ تھا اور اسی کتاب کے ۲۶ باب کی ۳۔ آیت سے ظاہر ہوتا ہے کہ خدا اسحاق کے ساتھ تھا۔ اور ایسا ہی اس کتاب کے ۲۸۔ باب کی ۱۵۔ آیت سے ظاہر ہوتا ہے کہ خدا یعقوب کے ساتھ تھا۔ اسی طرح اسمعیلؑ کے حق میں لکھا ہے کہ خدا اُسکے ساتھ تھا۔ جیسا کہ کتاب مذکورہ کے ۲۱ باب کی ۲۰۔ آیت سے ظاہر ہے۔ کتاب مذکورہ کے ۲۵ باب کی ۸۔ آیت میں ہے۔ تب ابرہام جان بحق ہوا اور اچھی عمر درازی میں بوڑھا اور آسودہ ہوکے مرا اور اپنے لوگوں میں جاملا۔ اور کتاب مذکورہ کے ۳۵۔ باب کی ۲۹۔ آیت میں ہے۔ تب اسحاق جان بحق ہوا اور مرگیا اور بوڑھا اور آسودہ ہوکے اپنے لوگوں میں جاملا۔ اور ایسا ہی کتاب مذکورہ کے ۴۹ باب کے ۳۳۔ آیت میں ہے۔ یعقوب جان بحق ہوا اور اپنے لوگوں میں جاملا۔ اسی طرح حضرت اسمعیلؑ کے حق میں لکھا ہے جیسا کہ کتاب مذکورہ کے ۲۵ باب کی ۱۷۔ آیت میں ہے۔ اور اسمعیلؑ کے حیات کے برس ۱۳۷ تھے کہ وہ جان بحق تسلیم ہوا اور مرگیا اور اپنے لوگوں میں جاملا۔ اوپر کے تینوں صاحبان ایک ہی جگہ مدفون ہونے تھے۔ کتاب مذکورہ کے ۴۹ باب کی ۳۱۔ آیت باوجود اسکے کہ حضرت اسمعیلؑ عرب میں مدفون ہوئے لیکن وہ بھی اپنی بزرگی کے سبب اُن میں شامل کئے گئے۔

تمت باللہ

کتبہٗ خاکسار محمد اکبر سمبڑیالی

اشتہار

ارباب اہل بصیرت کی خدمت میں التماس ہے کہ اس احقر العباد کی تصنیف کے بعض رسالہ جات کئی دفعہ شائع ہو کر پسند خاص و عام ہو چکے ہیں۔ اب چونکہ ایک عرصہ سے یہہ نہیں چھپے تھے۔ اور شایقین والا تمکین انکی مطلوبی کی درخواستیں اس کمترین کے نام بھیجتے تھے۔ لہذا مناسب سمجھا گیا کہ پھر چھپوا کر ہدیہ ناظرین کئے جاویں۔ سو خدا کی عین مہربانی اور اُسکے لطف و کرم سے مفصلہ ذیل رسالہ جات چھپ چکے ہیں اور یہہ راقم سے بذریعہ ویلیو پے ایبل دستیاب ہو سکتے ہیں۔

(۱) **تصدیق الاسلام** (از توریت و انجیل) .... قیمت ۴ر بلا محصول

(۲) **دانیال نبی** ۹ باب ۲۵ آیت کی تفسیر ... ... ۱ر ″

(۳) **عصمت الانبیا** (جواب رسالہ نبی معصوم) ... ... ۳ر ″

(۴) **معجزات محمدیہ** (از قرآن شریف) ... ... ۲ر ″

(۵) **حقیقت اصلیت جہاد** (از قرآن شریف) ... ... ۲ر ″

(۶) **صادق التحقیقات** (زیر طبع ہے)

علاوہ اِنکے ہر قسم کی کُتب عربی۔ فارسی۔ اردو۔ انگریزی وغیرہ موجود ہیں

الراقم

نیازمند **غلام نبی** تاجر کُتب بازار جدید امرتسر (پنجاب)

آخری درج شدہ تاریخ پر یہ کتاب مستعار
لی گئی تھی مقررہ مدت سے زیادہ رکھنے کی
صورت میں ایک آنہ یومیہ دیرانہ لیا جائے گا۔

کتب خانہ جامعۂ عثمانیہ

۱- اراکین مجلس اعلیٰ، مجلس رفقا، مجلس انتظامی، مجالس تعلیمات و نصاب پانچ کتابیں ایک ماہ کیلئے اپنے پاس رکھ سکتے ہیں۔

۲- اساتذۂ جامعۂ عثمانیہ و کلیہ جات ملحقہ و گزیٹیڈ عہدہ داران جامعہ و اراکین دارالترجمہ دس کتابیں ایک ماہ کیلئے اپنے پاس رکھ سکیں گے۔

۳- طلبا میں رجسٹر شدہ دو کتابیں بی۔ اے۔ اور انٹرمیڈیٹ کے طلبہ تین کتابیں ایم۔ اے۔ ایل۔ ایل۔ بی۔ و تحقیقاتی جماعتوں کے طلبہ پانچ کتابیں دو ہفتہ کیلئے اپنے پاس رکھ سکیں گے۔

۴- مدت مقررہ پر کتابیں واپس نہ ہوں تو طلبہ سے حساب ایک آنہ یومیہ فی کتاب جرمانہ لیا جائیگا۔

۵- ہر طرح کی کتابیں گھر جاری کی جاسکیں گی اگر ان پر ... یہ کتب خانہ میں کتاب کا لانا لازم ہے۔

۶- کتابیں گم یا خراب ہو جائیں تو مستعیر پر ... عائد ہوگی۔

۷- کتابوں پر کسی قسم کا نشان سیاہی یا پنسل سے نہ لگایا جائے۔

۸- قلمی نسخے اور حوالے کی کتابیں جاری نہ کی جا سکیں گی۔